تصوف کے موضوع پر منفرد تصنیف

تصوّف اور صوفیاء



تصنیف

حضرت علامہ محمد افضل قادری
خطیب جامع مسجد نورِ نبی

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

تصوف کے موضوع پر مختصر تصنیف

تصوف اور صوفیاء

تصنیف
حضرت علامہ محمد افضل قادری
خطیب جامع مسجد نور نبی

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

11164

نام کتاب .... تصوف اور صوفیاء
مؤلف .... حضرت علامہ محمد افضل قادری
خطیب جامع مسجد نور نبی' پکی کوٹلی' سیالکوٹ
نظر ثانی .... حضرت علامہ محمد تنویر قادری آستانہ عالیہ ڈھوڈا شریف
صفحات 168
کمپوزنگ .... عبدالسلام' قمرالزمان
اشاعت 2012ء
ناشر .... محمد اکبر قادری
قیمت .... روپے

ملنے کے پتے

☆ کراچی اسلامی ورائٹی ہاؤس بوچڑ خانہ روڈ سیالکوٹ
☆ حافظ بک ایجنسی اقبال روڈ سیالکوٹ
☆ اسلامک بک کارپوریشن' اقبال روڈ' راولپنڈی
☆ مکتبہ المجاہد' بھیرہ شریف
☆ الرضا کیسٹ ہاؤس' اندرون بوہڑ گیٹ' ملتان

الاهداء

بصد ادب و احترام اپنے والدین مرحومین کریمین جن کی شفقتوں، محبتوں اور دعاؤں سے مجھے لکھنے کی توفیق عنایت ہوئی۔

اللہ تعالیٰ اس سعی جمیل کی تمام تر برکتیں اور رحمتیں، والدین کریمین کو عطاء فرما کر اپنے حبیب کریم کے طفیل اس صدقۂ جاریہ پر اجر عظیم سے نوازے اور انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطاء فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم۔

انتساب

بحضور عالم باعمل، شیخ شریعت وطریقت، منبع رشد وہدایت
حضرت علامہ پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ
بانی دار العلوم محمدیہ غوثیہ سیالکوٹ کینٹ
کھر وٹہ سیداں

نذرِ عقیدت

بحضور حکیم الامت شیخ الاسلام غوث زماں
غواصِ معرفت، منبع رشد وہدایت
حضرت شیخ سید افتخار احمد حسین غوث گیلانی القادری قدس سرہٗ العزیز
مرجع خاص وعام منڈیر شریف سیداں مغربی سیالکوٹ

فہرست

تقریظ

ڈاکٹر صاحبزادہ سید مسعود السید

(سجادہ نشین) درگاہ حضرت محبوب ذات و نقشِ محبوب ذات'
مغربی دربار شریف' منڈیر سیداں' ضلع سیالکوٹ
مہتمم: باب العلوم مدرسۃ الاولیاء' منڈیر شریف سیداں' ناظم اعلیٰ: اتحاد المشائخ پنجاب' پاکستان
بانی و ناظم اعلیٰ: انجمن خدام الاولیاء (رجسٹرڈ) سیالکوٹ' پاکستان
کنسلٹنٹ چلڈرن سپیشلسٹ کمشنر روڈ' سیالکوٹ

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ ۔ اما بعد!

زیرِ نظر کتاب ''تصوف'' عزیزم حافظ محمد افضل قادری صاحب نے تصنیف کی' یہ تصوف کی ابجد سیکھنے کے لیے ایک مفید آلہ ہو سکتی ہے۔ لیکن تصوف درحقیقت تجربات و مشاہدات کا نام ہے۔ جس طرح آم پر سو کتابیں پڑھ کر بھی آم کا ذائقہ نہیں آ سکتا' جب تک آم کھایا نہ جائے۔ تیراکی پر ایک ہزار کتابیں پڑھ کر اگر کوئی بغیر مشق کیے سمندر میں' دریا میں' نہر میں' گہرے پانی میں چھلانگ لگا کر یہ سوچے کہ وہ تیرے گا تو یہ ناممکن ہے' کیونکہ تیراکی کے لیے مشق کی ضرورت ہے' اسی طرح تصوف و طریقت کے لیے جہد مسلسل کی ضرورت ہے۔

دراصل جہاں شریعت کی حدود ختم ہوتی ہیں' وہاں سے تصوف کی حدود شروع ہوتی ہیں۔

پانچ نمازیں شریعت میں فرض ہیں جب کہ ان کے ساتھ ساتھ تہجد' اشراق' چاشت' اوابین اور رات کے نوافل تصوف کے بنیادی کورس میں شامل ہیں' ایک ماہ کے روزے شریعت میں فرض ہیں' جب کہ اس کے بعد کم کھانا اور نفلی روزوں کا اہتمام کرنا تصوف ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنا شریعت کا حکم جب کہ اس کے علاوہ جسم کی زکوٰۃ ادا کرنا ایثار و قربانی کرنا اور مال کو اتنا کم رکھنا کہ زکوٰۃ کی فرضیت عائد ہی نہ ہو' تصوف ہے۔ حج کرنا شریعت جب کہ حج کے بعد تمام زندگی اپنے آپ کو وہیں محسوس کرنا تصوف ہے۔ جسم اور کپڑوں کو پاک کرنا شریعت' جب کہ اس کے ساتھ ساتھ نظر کو پاک رکھنا تصوف کا ابتدائی تقاضا

ہے۔صوفی شریعت پر گامزن ہو کر‘اس کی تابع فرمانی کر کے‘اس کو اپنی زندگی پر لاگو کرتا ہے‘ پھر اس کے بعد تصوف کے راستے پر چلتا ہے۔ پانچ فرض نمازیں پڑھ کر نوافل کا اہتمام کرتا ہے۔ایک ماہ کے رمضان کے روزے رکھ کر تمام سال نفلی روزوں کا اہتمام کرتا ہے اور باقی دنوں میں کم کھاتا ہے۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شریعت دودھ ہے اور تصوف مکھن ہے۔دودھ ہوگا تو مکھن نکلے گا‘ پانی سے مکھن نہیں نکل سکتا۔

عزیزم حافظ محمد افضل قادری سلمہٗ نے یہ کام شروع کیا‘ اللہ پاک وحدہٗ لاشریک عزوجل اپنے حبیب پاک‘ نبی کریم‘ رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل انہیں اس پر کاربند رکھے اور اس ابتدائی کتاب پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔(آمین!) اور آئندہ اسی دشت کی سیاحی میں مزید کامیابیاں عطاء فرمائے۔

عزیزم قاری صاحب نے اپنی اس کتاب میں تصوف کی تاریخ اور تعریف پر روشنی ڈالی ہے۔اس کے علاوہ مشاہدات‘ مجاہدات‘ وارداتِ قلبی‘ مرید و مرشد کی خصوصیات کو زیر بحث لائے ہیں۔صحو‘ سکر‘ بیعت‘ تصورِ شیخ‘ سلوک‘ ملامت وغیرہ کا ذکر بھی کتاب میں موجود ہے‘ جو عام قاری کے لیے اصطلاحاتِ تصوف جاننے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

اقوالِ جلیل القدر صوفیاء اس کتاب کی زینت ہیں‘ خصوصاً حضرت غوث الاعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کے فرمودات قابلِ تقلید ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ پاک وحدہٗ لاشریک عزوجل اپنے حبیب پاک‘ نبی کریم‘ رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل‘ مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضرات امامین‘ حضور غوث الثقلین اور حضور محبوبِ ذات کے تصدق میں ہمیں صراطِ مستقیم پر رکھے۔(آمین!)

آمین بجاہ نبی الامین وامجادہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

مسعود السید

27-12-2011

تقریظ

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا پیر سید عارف بہاؤ الحق شاہ صاحب

جگر گوشہ حضور قبلہ شاہ صاحب

پرنسپل دار العلوم محمدیہ غوثیہ سیالکوٹ کینٹ

برادرانِ اسلام! آج کل مادیت کا دور ہے' ہر طرف افراتفری اور نفسانفسی کا عالم ہے' اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس مقصد کے لیے بھیجا' آج وہ اس سے غافل نظر آ رہا ہے' حق و باطل کا یہ معرکہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا' قیامت تک جاری رہے گا' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اصلاح کے لیے ایک لاکھ تقریباً چوبیس ہزار انبیاء و رُسل کو بھیجا تا کہ انسان صراطِ مستقیم پر گامزن رہے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نبوت کا سلسلہ ختم فرمایا' اب یہ ذمہ داری آپ کی اُمت کے علماء' صلحاء اور صوفیاء پر تا قیامت جاری رہے گی' تا کہ بھٹکے ہوئے انسانوں کو سیدھے راستے پر گامزن رکھا جائے۔

تاریخ اسلامی میں صوفیاء کرام نے اس ذمہ داری کو خوب نبھایا' معاشرے کے قلوب و اذہان کو اپنے کردار و علم سے بدل دیا۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر' حضرت بابا نظام الدین محبوب الٰہی' حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری' حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہم کے علاوہ لاکھوں صوفیاء نے دین محمدی کی آبیاری کے لیے اپنا اپنا کردار پیش کیا' برصغیر میں اسلام کی رونقیں انہیں صوفیاء کی تبلیغ کی مرہون منت ہیں۔

موصوف مولانا افضل قادری صاحب نے تصوف کے حوالہ سے ایک عظیم کاوش کی ہے' تصوف کی تعریف' اس کے مقاصد اور معاشرے میں اس روحانی عمل کے فیوض و برکات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے اور اُن غلط فہمیوں کا ازالہ کیا ہے جو بعض لوگوں کے ذہنوں میں تصوف کے حوالہ سے موجود ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کے علم و عمل میں اضافہ فرمائے اور اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ (آمین!)

والسلام: سید عارف بہاؤ الحق شاہ

تقریظ

ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری

سربراہ ادارہ وحدت اسلامیہ' لاہور

خطیب و مفتی مرکز اہل سنت' ڈونگا باغ' سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

مخدوم امم سید ہجویر الشیخ علی بن عثمان المعروف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ گرامی ہے:

صوفی وہ ہے جو اپنے اخلاق و معاملات کو مہذب اور اپنی طبیعت کو آلائشوں سے پاک کر لیتا ہے۔ اس ضمن میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شیخ کا قول بھی نقل کیا کہ وہ شخص جو محبت میں مصفّٰی ہوتا ہے اور وہ شخص محبت میں غرق ہو اور غیر سے بیزار ہو' صوفی ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: تصوف باب تفعل سے ہے' جس کی خاصیت تکلیف ہے' صوفی اپنے نفس پر تکلیف اُٹھاتا ہے' اس لیے صوفی ہے۔

صوفیاء کی صفوں میں بعض نااہل اور دنیادار شامل ہوئے تو اس کا اہل دل اکابر نے فوری محاسبہ کیا۔ مولانا روم نے احتیاط کی تلقین کی' تو حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر عملی گرفت کی۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے صوفیاء کے حوالے سے تین اقسام کا ذکر کیا ہے:

(۱) صوفی: وہ شخص جو آپ سے فانی اور حق کے ساتھ باقی ہو' اپنی طبیعت کے قبضہ سے رہائی پائے ہوئے اور حق کے ساتھ ملا ہوا ہو۔

(۲) متصوف: وہ متکلف صوفی جو مجاہدے اور تکلف سے صوفیاء کی صف میں شامل ہو۔

(۳) متصوف: وہ انسان جو دنیاوی مال و متاع اور عزت حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو صوفی ظاہر کرے۔ صفا اور تصوف سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو، یہ وہ جعلی صوفی ہے جو صوفیاء کے نزدیک اس حقیر مکھی کی طرح ہے جو آلودگی پسند ہے، مگر یہ شخص غیر لوگوں کے سامنے بھیڑیا ہے کہ ان سے مال ہتھیا لیتا ہے۔

اولیائے اُمت اور صوفیائے ملت...... جو صاحبان علم و حکمت اور واقفانِ دینِ متین تھے...... ہر دور میں عقائد کی صیانت اور اعمال کی حفاظت کے کفیل رہے...... دسویں اور گیارھویں صدی عیسوی میں زنادقہ اور ملاحدہ کے طرزِ عمل کی بیخ کنی اور ان کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے مستند اور مدلل کتابیں تصنیف کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ملاحدہ اور دلولیوں کے تصوف کے بارے میں بے بنیاد پروپیگنڈے کے نتیجے میں علماء ظاہر یہ سمجھے لگے تھے کہ تصوف' اسلامی شریعت سے کوئی متصادم اور متضاد نظریہ و طریق ہے۔

چنانچہ ان ادوار میں کتاب اللمع فی التصوف از ابوالنصر سراج رحمۃ اللہ علیہ' قوت القلوب از ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ' رسالۂ قشیریہ از ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ' التعرف لمذہب اہل التصوف از ابوبکر محمد القلاباذی رحمۃ اللہ علیہ اور کشف المحجوب جیسے شاہکار سامنے آئے' یقیناً صوفیاء کرام کا کردار تہذیب اسلامی اور ثقافت دینی کی ترویج کا ذریعہ رہا ہے اور بالخصوص ارض پاک...... اولیاء کے فیضان اور ان کی خصوصی عطاؤں سے مزین اور منور ہے...... بایں وجہ ان صوفیاء اور اولیاء کے علمی' فکری اور روحانی ورثہ کی حفاظت ہماری اوّلین ذمہ داری ہے' ان حالات میں جہاں ایک طرف دنیا بالخصوص امریکہ اور یورپ...... رومی رحمۃ اللہ علیہ اور غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و تعلیمات کے ذریعہ اپنی شب تاریک سحر کرنے کی سعی کر رہے ہیں تو دوسری طرف اپنی صفوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو ''اپنے خورشید پر پھیلا دیئے سائے ہم نے'' کے مصداق مخاصمانہ قوتوں اور مخالفانہ جذبوں کو شہ دینے کے درپے ہیں۔ ایسے روشن و تابندہ ستاروں پر

جہالت اور کج فکری کی دھول اُڑائے جانے کی معاندانہ کوشش ہر دور میں ہوتی رہی تاکہ اُمت کی نظریں دھندلا جائیں، مگر علم و عمل کے یہ پیکر اس قدر کوہ وقار ثابت ہوئے کہ ہر سازش ناکام و نامراد رہی' تاہم علمائے ملت' صلحائے اُمت نے ہمیشہ ان قوتوں کو بھرپور جواب دیئے اور دشمنانِ تصوف و اولیائے کاملین کا ردّ کرتے رہے اور آج تک یہ سلسلہ جاری و ساری اور جب تک ایسی آوازیں اُٹھتی رہیں گی' تب تک جوابات بھی جاری رہیں گے۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی فاضل نوجوان حضرت مولانا حافظ محمد افضل قادری کی کتاب ''تصوف'' ہے۔ جو انہوں نے بڑی محنت اور لگن سے تحریر کی ہے' جو یقیناً تصوف کے قارئین اور محبانِ صالحین کے لیے ایک خوبصورت تحریر کا اضافہ ہے۔ ناچیز نے فاضل مصنف کی اس کتاب کو مکمل تو نہیں پڑھا کیونکہ شب و روز کی تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ بھی تھی اور دوسری وجہ میرے والد گرامی چوہدری خدا بخش (مرحوم) (جو اچانک ہمیں داغ مفارقت دے گئے' اللہ کریم صالحین اُمت اولیائے کاملین کے تصدق سے ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین!)

تاہم کتاب کی سرخیاں دیکھیں' بہت خوشی ہوئی کہ فاضل مصنف نے بڑی حد تک کوشش کی ہے اور تصوف کی تعریف سے لے کر اس کی تاریخ تک قارئین کے لیے بہت کچھ اسی کتاب میں بیان کیا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فاضل مصنف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور عوام الناس کے لیے اسے مستفید بنائے۔ آمین!

ڈاکٹر خورشید حسین الازہری

۲۶/جنوری ۲۰۱۲ء

کچھ مصنف کے بارے میں

از- علامہ مولانا محمد اقبال عطاری قادری

ہمارے معزز دوست حضرت علامہ مولانا حافظ قاری افضل قادری صاحب جو کہ کتاب ہذا کے مصنف ہیں' ان کی سیرت کے چند یادگار گوشے سپردِ قلم کرنے کی سعی کرنے لگا ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ عزوجل ان کے فعل میں برکتیں عطاء فرمائے!

نام مصنف: محمد افضل

تاریخ پیدائش: 15-06-1978

والد مصنف: محترم ومکرم غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ

والدہ محترمہ مصنف: محترمہ ومکرمہ نذیراں بی بی رحمۃ اللہ علیہا

گاؤں کا نام: ایمن پورا حوال بجوات

ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول' وینس اور مڈل سکول صدر پورہ سے حاصل کی' پھر حفظ قرآنِ مجید اپنے ہی علاقہ کے دارالعلوم جامعہ حنفیہ رضویہ' پھوکلیان (بجوات) سے کیا۔ حفظ قرآن مجید کے بعد میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول' پھوکلیاں (بجوات) سے پاس کیا۔ اور میٹرک تک تعلیم مکمل کرنے کے بعد درس نظامی میں ستمبر ۱۹۹۸ء میں داخلہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ' سیالکوٹ کینٹ میں لیا اور ۲۰۰۴ء میں درسِ نظامی مکمل کیا اور اس کے بعد تنظیم المدارس سے شہادۃ العالمیہ (ایم۔اے اسلامیات) مکمل کیا۔

تدریس (ٹیچنگ)

علامہ اقبال ہائی سکول' کینٹ سیالکوٹ

خطابت

مولانا موصوف تقریباً ۱۰ سال سے امام وخطابت کے فرائض جامع مسجد نورِ نبی، زیر اہتمام فرکوس انڈسٹری، پکی کوٹلی، ڈسکہ روڈ، سیالکوٹ۔

بیعت وارادت

مولانا موصوف نے بیعت پیرِ طریقت، رہبر شریعت، صاحبزادہ حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر السید مسعود السید صاحب مدظلہ العالی آستانہ عالیہ منڈیر شریف سے کی۔

اساتذہ کرام

حضرت نے جن عظیم ہستیوں سے زانوئے تلمذ کیا، ان میں عصرِ حاضر کی جید ہستیاں شامل ہیں۔ان میں:

(۱) حضرت علامہ پیر سید نذیر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ، پرنسپل جامعہ محمدیہ غوثیہ، کینٹ سیالکوٹ
(۲) حضرت علامہ مولانا نور الحسن تنویر چشتی،
(۳) بجوات کی معروف شخصیت علامہ مرحوم فقیر حسین قادری (مرحوم)
(۴) حضرت علامہ مولانا ظہور احمد بروھی چشتی
(۵) حضرت علامہ حافظ نور الحسن چشتی
(۶) حضرت علامہ مولانا محمد جمیل صاحب، محمدیہ غوثیہ، کینٹ سیالکوٹ
(۷) حضرت علامہ خالد حسین چشتی
(۸) حضرت علامہ مولانا شاہد صاحب

شامل ہیں۔

علامہ محمد اقبال قادری عطاری
پرنسپل: جامعہ صفیہ عطاریہ پکی کوٹلی
ڈسکہ روڈ، سیالکوٹ

عرضِ مؤلف

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم ۔ اما بعد!

ابتدائے آفرینش کے ساتھ ہی اللہ جل شانہٗ نے لوگوں کی ہدایت کا انتظام فرماتے ہوئے انبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا میں بھیجنے کا سلسلہ شروع فرمادیا تھا' تمام انبیاء کرام علیہم السلام بھولی بسری قوم کو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس سے روشناس کرتے' بھٹکے ہوئے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا سبق دیتے' انہیں اسی کی بارگاہ میں جھکنے کا درس دیتے' اور ظاہری اعمال کی درستگی کے ساتھ ساتھ ان کے باطنی احوال بھی سنوارتے تھے اور یہ دونوں کام انبیاء کرام علیہم السلام نے بطریق احسن نبھائے۔ چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے مخصوص زمانوں' مخصوص خطوں اور مخصوص قوموں کی طرف مبعوث فرمایا تھا' تاہم وہ اپنے اپنے زمانے میں اللہ تعالیٰ کا پیغام حق لوگوں تک پہنچاتے رہے اور لوگوں کے ظاہر و باطن کو سنوارتے رہے۔ انبیاء کرام کا یہ سلسلۂ تبلیغ و اشاعتِ دین اور سلسلۂ تربیت احوالِ باطن ہمارے آقا و مولیٰ حضور اکرم' شفیع معظم' احمد مجتبیٰ' محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اختتام پذیر ہو گیا۔ حضور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اتنا وسیع دائرہ کار دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جہان والوں اور تا قیام قیامت کے لوگوں کے لیے نبی ہدایت و رحمت قرار پائے۔

ان تمام پاکیزہ شخصیات نے اللہ عزوجل کے پیغام کو نہایت خلوص و محبت اور ذمہ داری کے ساتھ لوگوں تک پہنچایا اور اس پیغامِ حق کی عوام الناس تک پہنچانے میں کسی قسم

کی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ چونکہ اصولِ قدرت ہے کہ ہر ذی روح اپنا مقررہ وقت گزارنے کے بعد راہیٔ ملکِ عدم ہوتا ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام بھی اسی اصول کے پیشِ نظر رفیق اعلیٰ کی بارگاہ کا سفر کرتے' تو اللہ تعالیٰ اس پیغمبر کی جگہ کسی دوسرے نبی کو مبعوث فرما دیتا تھا جو اوّل الذکر نبی کے سلسلۂ توحید اور تحریکِ درستگیٔ احوالِ باطن کو آگے بڑھاتا' اس طرح یہ سلسلۂ رشد و ہدایت بڑھتا گیا' تا آنکہ محسن کائنات' روحِ کائنات' حضور اکرم' نورِ مجسم' شفیع معظم' حضور تاجدارِ دو عالم' محبوب کبریا' مالکِ ہر دوسرا' تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس تک پہنچ گیا۔

حضور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد سلسلۂ بعثت انبیاء و رُسل تو ختم ہو گیا' لیکن سلسلۂ رُشد و ہدایت ختم نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلۂ نبوت کو ہی آگے چلاتے ہوئے اس وراثت کے نئے وارثوں کو منتخب فرمایا۔

انبیاء و رُسل چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس سے فیضیاب ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات ان کی تربیت فرماتی ہے' اس لیے انبیاء و رُسل نے ظاہری اور باطنی تربیت پر محنت کی اور ''اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ'' ...... بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور ''فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ'' ...... اگر تو اسے نہیں دیکھ سکتا مگر وہ تجھے دیکھ رہا ہے' کا سبق اپنے متوسلین' معتقدین میں ایسا جاگزیں کر دیا کہ ان کے ظاہر و باطن کو حسنِ اعمال اور حسنِ احوال سے مزین کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد یہ سلسلۂ رشد و ہدایت جو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور کی ذاتِ اقدس سے ڈائریکٹ پایا تھا اور اسلامی تعلیمات اور قرآن و حدیث کا جو سرمایہ ان کے پاس موجود تھا' اسے اگلی نسلوں تک منتقل کیا اور اس فریضہ کی انجام دہی کے لیے انہوں نے ہر طرح کی صلاحیتوں کو بروئے کار

لایا۔ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے دین اسلام کی وراثت و امانت کو تابعین کے گروہ تک پہنچانے میں انتہائی امانت داری اور دیانت داری کا مظاہرہ کیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علم و ادب اور اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ معرفت کی بلندیوں پر بھی فائز تھے' یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے کوئی کتنا مشہور ہوا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حفظت من رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم وعائتين فاما احدهما فبينته و اما لاخر فلو قطع هذا البلعوم .

(البخاری ج ا ص ۲۳)

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دو طرح کے علوم سیکھے' پہلا علم تو وہ ہے جو میں نے تمہارے سامنے عام طور پر بیان کر دیا ہے اور جہاں تک دوسرے علم کا تعلق ہے' اگر اسے برسر عام بیان کر دوں تو گلا کاٹ دیا جائے''۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اسی حدیث کے تحت بیان فرماتے ہیں کہ پہلا علم احکام و اخلاق ہے اور دوسرا علم اسرار و غوامض کا ہے' جو اغیار کے لیے نا قابل ادراک ہے اور صرف اہل عرفان سے مختص ہے' یہی وہ علم تھا' یہی وہ روحانیت تھی اور یہی وہ اسرار و رموز تھے جسے بعد میں آنے والے صوفیاء نے علماءِ ربانیین کے ساتھ مل کر آگے اُمت کو منتقل کیا' جب تک دونوں علوم سینہ بسینہ چلتے رہے' ان علوم کا ارتقاء اسی طرح ہوتا رہا۔ مگر جب مدارس کی ضرورت پیش آئی اور علم الاحکام و اخلاق کی کتابیں وضع ہو گئیں تو اسرار و غوامض کے علوم کی چونکہ کتابیں تو وضع نہیں کی جا سکتی تھیں' اس لیے اس کام کو کرنے کا بیڑا صوفیاء نے اُٹھایا۔ اور ہر دور میں انہوں نے عوام الناس میں سے صاحبان طلب کی من کی کھیتیوں کو اپنے فیوضات سے سرسبز و شاداب کرتے رہے۔

تابعین میں سے بھی ایسے افراد کی کثیر تعداد ہے جو علم شریعت کے ساتھ ساتھ علم

معرفت وحقیقت کے مقام پر فائز تھے۔ ان میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ' حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے ایسے بزرگ شامل ہیں۔ اس کے بعد علماء ربانیین اور صوفیاء نے اپنے اپنے دور اور اپنے اپنے علاقوں میں اس ذمہ داری کو بطریق احسن نبھایا۔ حضور شیخ بغداد سید عبدالقادر جیلانی' امام غزالی' امام سیوطی ایسی عظیم شخصیات ہیں جن کی دینی خدمت' اسلامی اور روحانی افکار کا نہ کوئی آج تک انکار کر سکا ہے اور نہ کبھی کر سکے گا۔

برصغیر پاک و ہند جو گمراہی اور کفر' توہم پرستی اور شرک کا مرکز رہا ہے۔ اس گمراہی اور توہم پرستی سے نکالنے کے لیے علماء اور صوفیاء نے بہت اہم کردار ادا کیا' ان صوفیاء عظام میں بطور خاص حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ' حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ' حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ' حضرت پیر بہاؤالحسن زکریا رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستیاں شامل ہیں۔

موجودہ دور کے ایسے علماء جو شریعت و معرفت کا منبع ہیں' ان میں بطور خاص شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ' پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ' جن کے فیض شریعت و معرفت کو ہم نے پیکر محسوس حضرت پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں دیکھا اور جنہوں نے اس علم شریعت و معرفت کو آگے لوگوں تک پہنچایا اور لوگوں کی سوکھی روکھی من کی کھیتیوں کو سرسبز و شاداب کر دیا۔ علاوہ ازیں مرشد کریم صاحبزادہ ڈاکٹر پیر سید مسعود السید صاحب اور آپ کے آباء و اجداد جنہوں نے بھولی بسری قوم کو اللہ کی ذات سے روشناس کرانے کے ساتھ ساتھ ان کی من کی بستیوں میں ایسے دیپ جلا دیئے ہیں' جو ہمیشہ روشن رہیں گے اور لوگ ان روشن چراغوں سے روشنی لے کر اپنے من میں اُجالا کرتے رہیں گے۔

ہر کوئی اپنے منصب اور اپنے مقام کی نسبت سے روشنی کے چراغ جلاتا رہا اور مشن

مصطفوی کو آگے بڑھاتا رہا۔ بقول فیض: تم بھی اپنے حصے کا دیپ جلاؤ۔

تو ہم نے بھی ایسے بڑے لوگوں' اعلیٰ مقام و منصب لوگوں کے قدموں کی خیرات حاصل کرنے کے لیے سوتر کی اَٹی پکڑی ہوئی' تاکہ کہیں کسی شعیب کی نظر پڑنے کی وجہ سے یہ موم بتی کی لائٹ اِک آلاؤ میں بدل جائے اور ہماری بھی بگڑی بن جائے۔

اس سعی جمیل کے لیے قدم اُٹھانے سے پہلے کئی بار سوچا' آگے بڑھا مگر اس مشکل ترین موضوع پر لکھنے کی جسارت کیسے کروں' سوچ کر پھر پیچھے ہٹ جاتا' مگر ایک دن ایک ایسی شخصیت نے میرا حوصلہ بڑھایا کہ میں پوری تندہی کے ساتھ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے نکل پڑا' تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل میری مدد و نصرت فرمائی اور الحمدللہ آج یہ کتاب مکمل ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس کوشش میں سب سے پہلے جن احباب نے میری مدد و راہنمائی فرمائی' ان میں سرفہرست مصنف کتب کثیرہ فاضل اجل علامہ مولانا محمد اقبال عطاری صاحب ہیں' جنہوں نے ہر ہر قدم پر میری ڈھارس بندھائی اور ہر طرح کی معاونت فرمائی' ان دنوں وہ بہت مصروف تھے' لیکن اس کے باوجود وہ وقت نکال کر تشریف لاتے اور اپنے تجربات کے ساتھ ساتھ علم و آگہی سے بھی مستفیض فرماتے' حتیٰ کہ اس کتاب کے چھپوانے' کمپوز کروانے میں بھی مکمل تعاون فرمایا اور لاہور بھی خود لے کر جاتے اور واپس منگواتے' اس حوالہ سے میں ان کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں' یہ کم ہے۔

اس کے علاوہ پروفیسر محمد ارشد طبرانی صاحب نے بڑی شفقت فرمائی اور بار بار میری معاونت فرمائی۔ حکیم حنیف القادری صاحب نے بھی اس معاملہ میں اپنی شفقتوں سے نوازا۔

میرے وہ تمام اساتذہ جن کے لطف و کرم اور محنتوں سے میں اس قابل ہوا' ان میں قبلہ پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ' علامہ نورالحسن تنویر چشتی صاحب' علامہ ظہور احمد بروہی صاحب' علامہ حافظ نورالحسن چشتی صاحب' علامہ خالد حسین چشتی صاحب'

علامہ شاہد حسین چشتی صاحب اور بطورِ خاص جگر گوشۂ قبلہ شاہ صاحب مسند جانشین حضور قبلہ شاہ صاحب حضرت علامہ پیر سید عاف بہاؤالحق شاہ صاحب' جنہوں نے دعاؤں اور کرم نوازیوں سے نوازا۔

بالخصوص پیر طریقت رہبر شریعت حضور قبلہ صاحبزادہ ڈاکٹر سید مسعود السید صاحب' جن کے فیوضاتِ خاصہ سے مجھے یہ توفیق خاص حاصل ہوئی' اور اس مشت خاک کو اس موضوع پر قلم اُٹھانے کی توفیق نصیب ہوئی۔

علاوہ ازیں بہت سے ایسے دوست احباب ہیں جن کی میرے لیے نیک خواہشات تھیں' ان میں حاجی عبدالرزاق صاحب (سافٹ لیدر والے)' چوہدری خالد محمود گھمن (انسپکٹر اینٹی کرپشن)' چوہدری نصیر بھٹی صاحب (فیصل میرج ہال)' پروفیسر میاں محمد اکرام (پرنسپل علامہ اقبال سکول' کینٹ)' چوہدری علی اصغر صاحب (رورا اسپورٹس' خادم علی پور سیداں شریف) جنہوں نے اپنی قیمتی مشوروں سے نوازا۔ چوہدری غلام حسین کینٹ اور الصفہ آرگنائزیشن کینٹ کے سابقہ اراکین' زاویہ فاؤنڈیشن کینٹ' سرکردہ رکن جناب محمد افضل بٹ صاحب' فرکوس انڈسٹری کے ڈائریکٹران' رضا صاحب' چاند صاحب' غلام مرتضٰی بٹ صاحب' اللہ تعالٰی کی بارگاہِ اجل واتم میں عرض ہے کہ وہ اپنی رحمت خاصہ سے ان تمام احباب کو حصہ وافر عطاء فرمائے اور ہماری اس سعی جمیل کو اپنی بارگاہِ اقدس میں قبول فرما کر دارین میں اجر عطاء فرمائے۔ صوفیاء اور صلحاء اُمت کے فیوضات سے نوازے۔ آمین بجاہ النبی الکریم!

خاکپائے صوفیاء وعلماء

محمد افضل قادری

امام وخطیب جامع مسجد نور نبی پکی کوٹلی' سیالکوٹ

26-02-2012

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

اَلصُّبْحُ بَدَا مِنْ طَلْعَتِہٖ
وَالَّیْلُ دَجٰی مِنْ وَّفْرَتِہٖ
''صبح ظاہر ہوئی آپ (آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اور رات روشن ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زلفوں سے پیشانی سے''

فَاقَ الرُّسُلَا فَضْلًا وَّعُلَا
اَھْدَی السُّبُلَا لِدَلَالَتِہٖ
''پیش دستی لے گئے پیغمبروں سے بزرگی اور بلندی میں' سیدھے ہو گئے رستے آپ کے دکھانے سے''

کَنْزُ الْکَرَمِ مَوْلَی النِّعَمِ
ھَادِی الْاُمَمِ لِشَرِیْعَتِہٖ
''آپ خزانہ بخش اور صاحب نعمت کے ہیں' ہدایت دکھانے والے اُمت کے اپنی شریعت کے لیے''

اَزْکَی النَّسَبِ اَعْلَی الْحَسَبِ
کُلُّ الْعَرَبِ فِیْ خِدْمَتِہٖ
''بہت پاکیزہ نسب والے بلند خاندان والے' تمام عرب (جہاں) آپ کی

خدمت میں ہیں"

سَعَتِ الشَّجَرَ نَطَقَ الْحَجَرَ
شَقَّ الْقَمَرْ بِاشَارَتِہٖ

"دوڑتے آئے درخت کلام کی پتھروں نے' پھٹ گیا چاند ساتھ اشارے ان کے سے"

جِبْرِیْلَ اَتٰی لَیْلَۃَ اَسْرٰی
وَالرَّبُّ دَعٰی لِحَضْرَتِہٖ

"جبریل علیہ السلام آئے رات معراج میں' اور پروردگار نے بلایا ان کو اپنے سامنے"

نَالَ الشَّرَفَا وَاللّٰہُ عَفَا
عَنْ مَا سَلَفَا مِنْ اُمَّتِہٖ

"پہنچے بزرگوں کو اور اللہ نے معاف کیا' وہ گناہ جو ہوئے اُمت ان کی سے"

فَمُحَمَّدُنَا ھُوَ سَیِّدُنَا
فَالْعِزُّ لَنَا لِاَجَابَتِہٖ .

"پس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ سردار ہمارے' پس عزت ہے ہمارے لیے ان کی مقبولیت سے"۔

مدح واستغاثہ آن جناب رسالت مآب ﷺ

از حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

اِنْ نِلْتِ یَا رِیْحَ الصَّبَا یَوْمًا اِلٰی اَرْضِ الْحَرَمْ

''اے بادِ صبا! اگر تیرا حرم کی زمین سے گزر ہو''

بَلِّغْ سَلَامِیْ رَوْضَةً فِیْهَا النَّبِیُّ الْمُحْتَرَمْ

''اس روضے میں جس میں عزت والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' کو میرا سلام پہنچا دینا''

مَنْ وَّجْهُهٗ شَمْسَ الضُّحٰی مَنْ خَدُّهٗ بَدْرُ الدُّجٰی

''جن کا چہرہ مبارک سورج کی طرح ہے' جن کا رخسار چاند کی طرح چمکتا ہے''

مَنْ ذَاتُهٗ نُوْرُ الْهُدٰی مَنْ کَفُّهٗ بَحْرُ الْهِمَمْ

''جن کی ذات نورِ ہدایت ہے' جن کی ہتھیلی ہمتوں کا دریا ہے''

قُرْاٰنُهٗ بُرْهَانُنَا نَسْخًا لِّاَدْیَانٍ مَّضَتْ

''ان کا قرآن پاک ہمارے لیے دلیل ہے' پہلے دینوں کو منسوخ کرنے والا ہے''

اِذْ جَاءَ نَا اَحْکَامُهٗ کُلُّ الصُّحُفِ صَارَ الْهَدَمْ

''جب ہمارے لیے اس کے احکام آ گئے تو تمام صحیفے ختم ہو گئے''

اَكْبَادُنَا مَجْرُوْحَةٌ مِنْ سَيْفِ هِجْرِ الْمُصْطَفٰى

''تلوارِ ہجرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارے جگر زخمی ہیں''

طُوْبٰى لِاَهْلِ مَدِيْنَةٍ فِيْهَا النَّبِيُّ الْمُحْتَشَمْ

''خوشخبری ہو مدینۃ المنورہ والوں کے لیے جن میں نبی عزت والے ہیں''

لَسْتُ بِرَاجٍ مُفْرَدًا بَلْ اَقْرَبَائِىْ كُلُّهُمْ

''میں اکیلا اُمیدوار نہیں ہوں بلکہ میرے سب رشتہ دار بھی ہیں''

بِالْحَشْرِ اِشْفَعْ يَا شَفِيْعَ بِالصَّادِ وَالنُّوْنِ الْقَلَمِ

''قیامت کے دن سفارش کرنا' اے سفارش کرنے والے! بحرمتِ صاد نون قلم کے''

يَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ اَنْتَ شَفِيْعَ الْمُذْنِبِيْنَ

''اے دونوں جہانوں کی رحمت! آپ گنہگاروں کی سفارش کرنے والے ہیں''

اَدْرِكْ لَنَا يَوْمَ الْحَزِيْنِ فَضْلًا وَّجُوْدًا وَّالْكَرَمْ

''سنبھال لیجیے ہمیں غمناک دن میں بزرگی اور کرم کے ساتھ''

يَا مُصْطَفٰى يَا مُجْتَبٰى اِرْحَمْ عَلٰى عِصْيَانِنَا

''اے برگزیدہ و پسندیدہ ہمارے گناہوں پر رحم فرما''

مَجْبُوْرَةٌ اَعْمَالُنَا ذَنْبًا وَّطَعْمًا وَالظُّلَمْ

''ہمارے اعمال مجبور ہیں گناہ اور طمع اور ظلم سے''

يَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ اَدْرِكْ لِزَيْنِ الْعَابِدِيْنَ

''اے تمام جہانوں کی رحمت زین العابدین رضی اللہ عنہ کو سنبھال لیجیے''

مَحْبُوْسِ اَيْدِى الظّٰلِمِيْنَ فِى الْمُوْكِبَاءِ الْمُزْدَحَمْ

''جو قیدی ہیں ظالموں کے ہاتھ میں لڑائی بہت اژدحام والی ہیں''۔

مقدمہ

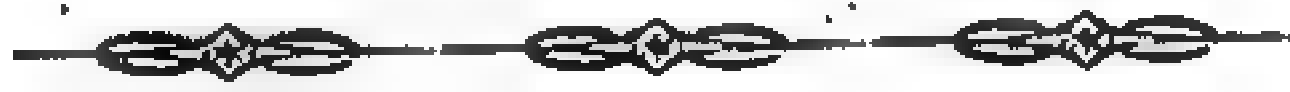
وصالِ حق کے لئے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن کی خواہش ہر دور میں سعید روحوں کا شیوہ رہا ہے اور انسان اخلاقی و روحانی کمال کے حصول کے لئے مختلف نوعیت کی اضافی مشقیں اور مجاہدات اپناتا چلا آیا ہے چنانچہ حصولِ مقصد کی تگ و دو میں کبھی تو وہ جادۂ اعتدال پر گامزن رہا اور کبھی افراط تفریط کا شکار ہو گیا اور وصالِ محبوب کی خاطر تزکیہ نفس کے لئے کی جانیوالی مختلف النوع کاوشوں میں ایک مسلمہ طریق مخلوق سے بے رغبتی اور کنارہ کشی ہے جس میں افراط کی معروف صورت رہبانیت ہے۔ اہم سابقہ وصالِ حق کے جادۂ پیماؤں نے جب یہ محسوس کیا کہ وہ معمولاتِ حیات اور دنیاوی مشاغل و مصروفیات جاری رکھتے ہوئے اپنی منزل کو نہیں پا سکتے اور نفس کی غفلتیں اور سماجی ذمہ داریوں کی الجھنیں انہیں وہ محنت و مشقت اور مجاہدہ نہیں کرنے دیتیں جو معرفتِ الٰہی اور وصالِ محبوب کے لئے ضروری ہے تو انہوں نے لذاتِ نفسانی اور علائقِ دینوی سے کنارہ کشی کی راہ اپنائی۔ سماجی ذمہ داریوں سے راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے انہوں نے جنگلوں اور ویرانوں کا رخ کیا۔ بیوی بچوں اور معاشرتی زندگی کی دیگر مصروفیات سے منہ موڑ کر غاروں کی خلوتوں اور کھوہوں کی تنہائیوں میں جا ڈیرہ لگایا اور وہیں رہ کر کثرتِ عبادت و مجاہدہ بلکہ نفس کشی کے ذریعے وصالِ حق کی جستجو کرنے لگے۔ قرآن نے اس تصورِ حیات کو رہبانیت کا نام دیا ہے۔

وصالِ محبوب کے لئے کی جانیوالی کوششوں کو یعنی مجاہدہ و ریاضت تزکیہ و تصفیہ باطن کو اسلام نے تصوف کا نام دیا ہے۔ یعنی صوفیاء کا وہ راستہ جس پر چل کر وہ اللہ تعالیٰ کی

معرفت کو حاصل کرتے ہیں۔ بعض لوگوں نے تصوف کے اس راستے کو رہبانیت ذاتی تسکین اور دیگر کئی قسم کے اعتراضات لگائے۔ اس کتاب میں ہم نے تصوف کو اسلامی نقطہ نظر سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ تصوف پر ہونیوالے اعتراضات کا ازالہ ہو سکے اور متلاشیان حق شرعی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر اپنے مولا کی معرفت حاصل کریں۔

اس سعی میں میرے ساتھ تعاون کرنیوالوں میں۔ میرے استاد محترم علامہ مولانا نورالحسن چشتی صاحب جنہوں نے مجھے کتب فراہم کیں اور میرے ساتھ مکمل تعاون فرمایا۔ پروفیسر محمد ارشد طہرانی صاحب حکیم محمد حنیف القادری صاحب انہوں نے بھی تعاون فرما کر میری ڈھارس بندھائی جبکہ دعا گو ساتھیوں میں جناب مرتضیٰ بٹ صاحب، چودھری غلام حسین (کینٹ) نے دعاؤں سے نوازا۔

میری اپنے مولا کی بارگاہ میں التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سعی حقیر کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نواز کر ہم سب کی بخشش و مغفرت فرمائے اور امت مسلمہ کے احوال پر کرم فرمائے اور متلاشیان حق کو ان کی کاوشوں میں کامیاب فرمائے۔



تعریف تصوف اور تاریخ تصوف

ہر صوفی کے نزدیک تصوف کا مفہوم وہی ہے جس پر اس نے اپنی ذاتی زندگی میں عمل پیرا ہونے کی کوشش کی اور جو نتائج اور فوائد اس کو حاصل ہوئے (اسے تصوف کا نام دیا گیا)

اگر ان مختلف تعریفوں کو یکجا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو جاتی ہے۔ ایسے میں بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ چند مختصر الفاظ میں اس کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

مقصود ذات خداوندی

تصوف عملی طور پر وہ طریقۂ حیات ہے جس پر چل کر ذات خداوندی سے بلا واسطہ رابطہ پیدا ہو۔ اس رابطے کے حصول کے لئے ہر صوفی کو چند نفسیاتی تجربات سے خود کو گزارنا پڑتا ہے۔ یہ تجربات اور وارداتیں مختلف صوفیاء کے نزدیک مختلف ہیں (بلا امتیاز مذہب وملت) اور صوفیاء اسے اپنا بہترین سرمایۂ حیات تصور کرتے ہیں جن کی بنا پر انہیں حقائق حیات اور ذات خداوندی کے وجود پر یقین واثق پیدا ہوتا۔

ان صوفیاء کا یہ علم کتابی یا بالواسطہ نہیں بلکہ ان کے اپنے تجربات مشاہدات اور نفس کی گہرائیوں اور قلبی وارداتوں کی کوکھ سے ابھرتا ہے جسے مشاہدہ اور کشف کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔

ایک فکری الجھن

جب صوفیاء کے تجربات مشاہدات اور واردات قلب الفاظ اور بیان کا جامہ پہنتے

ہیں تو نہ صرف ایک عام قاری بلکہ بسا اوقات صوفی اور حکماء کے لئے بھی ایک الجھن کا باعث بن جاتے ہیں۔

جب ان صوفیاء کے بیانات کا گہرا مطالعہ کیا جاتا ہے تو مختلف قسم کے تضادات ابھر کر سامنے آنے لگتے ہیں۔

(۱) خدا اور انسانوں کے درمیان کس قسم کا تعلق ہے۔

(۲) وحدت اور کثرت کے ڈانڈے کس جگہ اور کس طرح ملتے ہیں۔

(۳) فانی انسان لافانی ہستی کا کس طرح مشاہدہ کر سکتا ہے۔

(۴) ایک محتاج محدود وسائل اور ادراک و فہم رکھنے والا انسان ایک غنی اور لامحدود علم کی مالک ہستی سے کیسے واصل ہو سکتا ہے۔

اور اسی نوعیت کے بے شمار سوالات پردہ ذہن پر نمودار ہوتے ہیں۔

ہر چند کے متعلقہ صوفی کے تجربات و مشاہدات ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر سہی مگر جب ان تجربات کو انسانی زبان میں ادا کیا جاتا ہے تو ان تجربات کی نوعیت اور ماہیت واضح ہونے کی بجائے مبہم ہو جاتی ہے۔

ہمچانکہ ہر کسے را ہر فت   می کند موصوف غیبی را صفت
فلسفی از نوع دیگر کرد شرح   باحثے سر گفت او را کرد جرح

ایں حقیقت داں نہ حق اند ایں ہمہ
نے بکلی گمرہاں اندریں ہمہ

جب بھی اس حقیقت مطلقہ کو الفاظ کا جامہ پہنایا جائے گا تو اس کا کوئی نہ کوئی پہلو نظروں سے غائب ہو جائے گا۔

اور یوں صداقت میں کذب کی آمیزش ہو کر نزاع اور اختلافات کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

انہی مشکلات سے بچنے کے لئے صوفیاء نے ذات خداوندی کے لئے ؟؟ صفات

منسوب کرنے کی کوشش شروع کیں اور معاملہ یہاں تک پہنچا کہ اس حقیقت مطلقہ کے لئے ''نیستی کا نام دیا جانے لگا'' اور ابن عربی اور عبدالکریم الجیلی کے ہاں ''الاعماء'' اور عدم محض کے ناموں سے موسوم کیا گیا۔

یہ صوفیانہ تجربات کو عقلی اصطلاحات میں پیش کرنے کا لازمی نتیجہ تھا۔

حقیقت حال' تصوف اور مذہب

ہرچہ اندیشی پذیرائے فنا است
آنچہ در اندیشہ نایداں خدا است

لیکن صورت حقیقی یہ ہے کہ تصوف محض چند نفسیاتی تجربات تک محدود نہیں اگرچہ صوفیا کے تجربات ومشاہدات کا درجہ اس میں بہت اہم ہے لیکن یہ کوئی ایسا نظام نہیں جس کا کوئی تعلق یا رشتہ مذہب سے نہ ہو۔

ہاں البتہ تصوف مذہب کی زندگی کے کس مرحلے پر نمودار ہوتا ہے۔ یہ سوال کافی اہم ہے اور دلچسپ بھی۔

لیکن مذہب کی تعلیمات کی روشنی میں اس سوال کا جواب آسانی سے دیا جا سکتا ہے کہ تصوف اس کیفیت کا نام ہے۔

''جب انسان خدا کے ساتھ بلاواسطہ تعلق قائم کرنے میں کوئی خارجی یا داخلی رکاوٹ محسوس نہیں کرتا''۔

اس کیفیت کو پائے بغیر تصوف کی طرف رجحان پیدا نہیں ہوتا۔

تصوف بین المذاہب

اس میں کوئی شک نہیں کہ چند بنیادی تصورات صوفیاء کے ہاں مشترک پائے جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود اسلامی تصوف کو عیسائی تصوف' یہودی تصوف سے جدا کر کے آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے یا یوں کہئے کہ یہ تمام ایک دوسرے سے آسانی سے متمیز

کیے جاسکتے ہیں۔

جہاں کہیں تصوف کو ایک عمومی تحریک کے طور پر سمجھا جاتا ہے اس کی بنیادی وجہ تصوف کا وحدت وجودی نظریہ کی مماثلت ہے جہاں کہیں وحدت وجودی نظریہ پیش کیا جاتا ہے وہیں خاص مذہبی اور سماجی روایات سے بالاتر ہو کر تصوف کی ایسی شکل وصورت سامنے آتی ہے جس میں اختلاف کی بجائے یکسانیت پائی جاتی ہے۔

نظریہ وحدت وجودی سے ہٹ کر مذہب میں بھی تصوف نظر آئے گا وہ اپنے مذہبی ماحول' مذہبی روایات اور اصول وضوابط کا پابند بلکہ ان کا عکس ہوگا لیکن اس کے باوجود یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہم مذہب اور تصوف کو ایک دوسرے سے متمیز کرتے اور کرسکتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے حالات بائبل اور قرآن مجید میں تفصیل سے مذکور ہیں۔ ان کے تجربات' مشاہدات اور واردات قلبی تصوف کے دائرہ میں آتے ہیں لیکن ان کو کوئی صوفی نہیں کہتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مطالبہ رَبِّ اَرِنِیْ اور لَنْ تَرَانِیْ کے جواب میں نہ تو قوم موسیٰ علیہ السلام کے لئے شریعت موسوی کے لئے کا کوئی اصول بیان کیا جارہا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اوامر ونواہی کا بیان ہے۔

یہ سیدھی سادھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے ملاقات اور دیکھنے کی خواہش کا اظہار ہے اور اللہ رب العزت کا جواب گو خدا اور اسکے برگزیدہ پیغمبر کے درمیان مکالمہ ہے! بس یہی صوفی کی معراج ہوتی ہے کہ اسے رب سے اس قسم کے مکالمہ کا کسی نہ کسی انداز میں موقع نصیب ہو جائے۔

وہ کشف ہو۔ یا الہام یا القا جو اس کی روحانی تسکین کا سبب بنتا ہے! جذبات وعمل کے داعیات کی تسکین کا سامان ہمیشہ صوفیاء کا مقصود ہوتا ہے۔ ہر چیز کہ ایمان بالغیب سے ایک شخص کی مومنانہ زندگی کا آغاز ہوتا ہے لیکن اللہ رب العزت کی ذات سے جذبہ

محبت والفت اس مادی دنیائے تمام حجابات اٹھا کر خدا کے جمال کا متمنی رہتا ہے تاکہ فہم ذات خداوندی کا ادراک اتنا گہرا' اتنا ہمہ گیر اور اتنا واضح ہو جائے کہ ریب و شک کا شائبہ تک باقی نہ رہے اور اطمینان قلب کی دولت نصیب ہو کہ سولی پر چڑھ کر بھی اس کے بے نقاب جلوؤں کا نظارہ کرتا ہے۔

گہرے اندھے کنویں میں گرا دیا جائے یا آسمان سے باتیں کرتے شعلوں میں جھونک دیا جائے مگر شوق دیدار الٰہی میں ایسا گر ہو کہ دنیاوی مصائب و آلام محب اور محبوب حقیقی کے تعلق میں ذرہ برابر دوئی پیدا نہ کر سکیں۔

رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی کے مطالبہ میں ہرگز ہرگز یہ بات پوشیدہ نہیں۔ یہ خدا کے موت و حیات کے قادر ہونے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی شک و شبہ تھا بلکہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جواب وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ آپ کی اس داخلی کیفیت کا اظہار کرتا ہے کہ وہ خدا کی حقیقت خلاقیت کا مشاہدہ کر کے اپنے قلبی اطمینان کو مزید تقویت دینا چاہتے تھے۔ اگر ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مذکورہ دونوں مثالوں کو سامنے رکھیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ انسار جیسی ہستیاں بھی جو براہ راست وحی الٰہی کے ذریعے "ایمان بالغیب" پر قائم ہوتی ہیں ان کے نزدیک بھی مقصود کا ادراک و مشاہدہ ان کی اولین تمنا ہوتی ہے تاکہ نفس مطمئنہ کی دولت سے مالا مال رہیں اور اللہ پاک اپنی ان برگزیدہ اور چنیدہ ہستیوں کو (ان کے حسب حال) اس سے محروم نہیں رکھتے جسے شرعی اصطلاح میں معراج کہا گیا ہے۔

تصوف مذہب سے جدا نہیں

مذکورہ حالات ایسے ہیں جن کے زیر اثر کسی مذہب اور خاص کر توحیدی مذاہب میں تصوف نمودار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر تصوف کے متعلق یہ نظریہ پیش کیا گیا ہے کہ ہر مذہب اپنے حقیقی معنوں میں تصوف ہی ہے یا تصوف پر مبنی ہے۔

صوفیاء کے تجربات مشاہدات اور ان کے واردات قلبی اور انبیاء علیہم السلام کی

خواہش دیدار الٰہی یا ہمکلامی سے مراد خدا سے بلاواسطہ تعلق کا احساس ہے تو ہر مذہب کی بنیادیں درحقیقت یہی فکر کارفرما ہے کیونکہ جہاں خدا اور بندے کے درمیان جذبہ محبت و اتحاد اور خواہش ملاقات موجود نہیں وہ مذہب محض چیز بے جان رسومات کا مجموعہ ہو سکتا ہے لیکن مذہب نہیں۔

لیکن مذہب اور تصوف کی ان مشترک اقدار کے باوجود مذہب کو تصوف سے اور تصوف کو مذہب سے جدا کر کے بھی سمجھا جا سکتا ہے اور سمجھا جا رہا ہے۔

☆ کیا تصوف تلاش حق کا کوئی خفیہ راستہ ہے۔
☆ کیا تصوف کسی کا ذاتی داخلی یا جذباتی معاملہ ہے۔
☆ کیا تصوف سے تعمیر شخصیت بھی ہوتی ہے۔
☆ کیا تصوف سماج سے کٹ کر محض تسکین ذات کا نام ہے۔
☆ شریعت اسلامی میں تصوف کا کیا مقام ہے۔

تاریخ تصوف اور تعریف تصوف کی بحث کو سمیٹتے ہوئے مندرجہ بالا سوالات کے وجابات جاننا ضروری ہے۔

ہم ان تمام سوالات کو ایک سوال میں پروئیں تو اس کی شکل وصورت یوں ہوگی۔

تصوف اور اسلام کا تحقیقی اور تجرباتی مطالعہ

انسان اور خدا کے درمیان ایک ناقابل شکست دیوار حائل ہے اور وہ یہ کہ خدا' خالق' قادر مطلق' محیط کل علیم وحکیم بالذات ہے اور دوسری طرف انسان جو اپنی داخلی اور خارجی زندگی میں محدود اور کمزور اور بتدریج اس کی جسمانی صلاحیتیں زوال پذیری کی خاصیت رکھتی ہیں۔

خدا اور بندے کے درمیان ذات و صفات میں کوئی مماثلت نہیں بلکہ بعد المشرقین موجود ہے۔ یہ فرق اور اختلاف اتنا نمایاں ہے کہ انسان بغیر کسی رہنمائی کے نہ خارجی زندگی کے نشیب و فراز پر قابو پانے کی صلاحیت رکھتا ہے اور نہ داخلی۔

عرض ایک طرف مطلق طاقت اور علم کی انتہا دوسری طرف کمال عجز اور انتہائی پستی...... یہ تصور شروع سے ہی مذہب کی جان ہے۔

لیکن جب ہم شریعت اسلامی کا سیرت و کردار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں مطالعہ کرتے ہیں تو جہاں مذہب خدا اور بندے کے درمیان اس قسم کی دوئی اور فرق بیان کرتا ہے وہاں وہ اس دوئی کو پاٹنے کا آسان ترین ذریعہ بھی پیش کرتا ہے۔

خدا اور انسان کی دوئی وجودی حیثیت سے ہے یعنی خدا اور انسان دو علیحدہ علیحدہ وجود ہیں جن میں ذات وصفات کے لحاظ سے کوئی مماثلت نہیں ہے لیکن جب ہم اس سطح کو چھوڑ کر اخلاق کی دنیا میں آتے ہیں تو یہ قادر مطلق محیط کل اور علیم وحکیم ذات انسان کے لئے ایک نصیب العین وضع کرتی پھر ایک انسان ایک رہنما ایک رفیق ہر انسان کو صحیح راستہ دکھانے اور مشکلات میں مدد دینے کے لئے اپنے کردار وعمل کی شمع روشن کرتا ہے جس کی روشنی میں انسان اس دوئی کو باٹنے کے لئے سراپہ عمل بن جاتا ہے اس کا ذریعہ وحی الٰہی ہوتا ہے اور وہ ذات نبی یا پیغمبر بن کر خدا کو پانے یا وصل الٰہی کی منزل کی طرف بندے کی رہنمائی کرتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام انسان کو عبادت کے ذریعے قرب الٰہی کی منزلیں طے کراتے ہیں پھر وقت آیا "اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِیْ" کے پیغام کے ساتھ اسلام کی تعلیمات پوری جامعیت اور اکملیت کے ساتھ جلوہ گر ہوئیں اور پیغمبر اسلام نے انسان کے داخلی اور خارجی تمام تر ضروریات کی تکمیل کے لئے عبادات اور معاملات کا جامع پروگرام دیا اور قیامت تک کے آنیوالے انسانوں کے لئے اپنے کردار وعمل کا ایک ایسا مربوط اسوہ حسنہ بطور قابل تقلید نمونہ بخشا۔ چودہ صدیاں بیت جانے کے باوجود [illegible] کسی ایک شخص نے بھی آقا علیہ السلام کے کسی ایک قول فعل یا عمل کو نا قابل عمل نہیں گردانا۔

اخلاق مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تصوف

اسلام کے علاوہ دنیا کے تمام دیگر توحیدی مذاہب میں تصوف کو محض ایک فرد واحد

کی ذاتی اور داخلی زندگی کا معاملہ قرار دیا گیا ہے جس میں وہ محض ذاتی تسکین کا سامان کرتا ہے۔ سماجی اور معاشرتی زندگی سے اس کا کوئی سروکار نہیں ہے۔

اس کے برعکس اسلام تصوف کو فرد کی ذاتی زندگی کا معاملہ ہی نہیں بلکہ اس کی پوری زندگی میں محیط دیکھنا چاہتا ہے۔

مذکورہ بحث کو اگر حدیث جبرائیل کے تناظر میں دیکھا جائے تو بہت سارے اعتراض حل ہو جاتے ہیں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جبرائیل علیہ السلام نے سوال کیا کہا ایمان کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر اس کے فرشتوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور تو مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے پر یقین رکھے۔ پوچھا گیا اسلام کیا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائے اور نماز قائم کرے۔ فرض زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان المبارک کے روزے رکھے۔ پھر سوال کیا گیا کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تو اس طرح خدا کی عبادت کرے کہ گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہے پس اگر تو خدا کو نہیں دیکھ رہا تو یہ خیال رکھے کہ خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔ (صحیح البخاری' ۱۲:۱)

مذکورہ حدیث میں مرد مومن کے تین درجات بیان کئے گئے ہیں۔

ایمان' اسلام' احسان' ایمان و اسلام عقیدہ و عمل کا نام ہے۔ احسان اس سے ماوراء ایک مقام ہے جسے ''اصطلاح حدیث'' میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

احسان کا یہ مقام معنی ''تو خدا کو دیکھ رہا ہے یا خدا تجھے دیکھ رہا ہے''۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اسے ہی سلوک و تصوف اور طریقت کا نام دیتے ہیں۔

اسلام میں عبادت کا لفظ ہمہ گیر معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ (معلمات ۴:۴۴)

''ہر وہ کام جسے اللہ تعالیٰ نے بجالانے کا حکم دیا ہے اسے بجالانا اور جس سے منع کیا

ہے اس سے رکے رہنا عبادت کے ذیل میں شمار ہوتا ہے"۔

مندرجہ بالا حدیث پاک کی رو سے جب انسان کی نگاہ ہر لحظہ خالق پر رہے گی کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے اور جب یہ تصور قلب و نگاہ میں بس جائے اور پختہ ہو جائے تو پھر یہ نسبت ہر لحظہ غالب رہتی ہے۔

"کہ جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے"۔

تو پھر انسان بدی سے اور کار بد سے بچا رہتا ہے کیونکہ وصال محبوب کے لمحات میں ہمہ وقت رہنے والا بھلا کب بدی کی طرف راغب ہو سکتا ہے۔ یوں تصوف اس کی داخلی زندگی سے نکل کر اس کے خارجی ماحول پر خوشگوار اثرات مرتب کرے گا جس سے سماج میں نیکی کی خوشبو پھیلے گی۔ بے غرضی اور اخلاص کا ماحول پیدا ہوگا۔

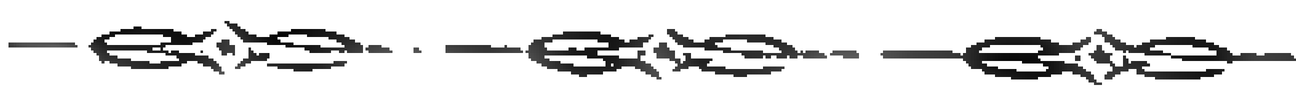
چونکہ تصوف عرفی معنوں میں حقیقت اشیاء یا حقیقت اعمال تک پہنچنے کا نام ہے اس لئے تصوف کی دنیا میں ظاہری اعمال اور ظاہری شکل و صورت کی بجائے "مقصد عمل" پیش نظر ہوتا ہے اس کی بنیاد اسلام کے اس اصول پر رکھی جا سکتی ہے۔

حدیث قدسی:

ان اللّٰہ لا ینظر الی صورکم ولا اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم

بے شک اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے اور نہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

یہ حدیث پاک اسلامی تصوف کی بڑی جامع تصویر کشی کرتی ہے۔



پہلا باب

تصوف

تصوف بنیادی طور پر نہ تو ذکر واذکار کا نام ہے اور نہ ہی خاص طور واطوار کا نام ہے بلکہ یہ اس کی شاخیں ہیں۔ اصل میں تصوف انسان کے اندر بنیادی سطح پر ایسی تبدیلی کرنا مقصود ہے جو انسان کے جملہ خصائل رذیلہ یکسر بدل کر اسے روحانی اقدار کا پیکر بنا دے۔

تصوف کا واسطہ معاملات اور عبادات سے ہے۔ معاملات اور عبادات میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔

۱-منجیات ۲-مہلکات

۱-منجات

ایسی چیزیں یا ایسا راستہ جس پر چل کر انسان نجات پاتا ہے اور جنت کا مستحق قرار پاتا ہے۔

۲-مہلکات

ایسی چیزیں جو انسان کو گمراہی وہلاکت اور تباہی و بربادی کی طرف لے جاتی ہیں۔ صحیح الفکر انسان منجیات کو ترجیح دیتا ہے اور مہلکات سے پرہیز کرتا ہے اور یہ بات انسان کی فطرت میں ودیعت کردی گئی ہے کہ وہ منجیات کا طالب رہتا ہے اور مہلکات سے بچتا ہے۔

جنت کانٹوں میں گھری ہوئی ہے
جبکہ دوزخ لذتوں میں گھری ہوئی ہے
جو لوگ لذتوں کی طرف بے محابہ بڑھ جاتے ہیں وہ مہلکات میں پھنس جاتے ہیں اور جو پوری قوت سے بچ جانے کی کوشش کرتے ہیں وہ نجات پا جاتے ہیں۔ چونکہ انسان مذموم اور محمود دونوں قصائل کا مجموعہ ہے مگر مذموم خصائل ورذائل کو زیر کرنا کمال انسانیت ہے۔

نیکی جب انسان کی جبلت بن جائے اور نیکی سے اسے حد درجہ پیار و محبت ہو جائے تو اصل میں یہ نیکی ہے اور نیکی کا راستہ ہے اور اسی طرح بدی سے بچنا انسان کی سرشت میں شامل ہو جائی اور بدی انسان کی شخصیت کے قریب بھی نہ پھڑکے تو یہی انسان روحانی اقدار کا پیکر بن جاتا ہے اور مکارم اخلاق کا نمونہ نظر آنے لگتا ہے۔ اسی کو تصوف کہتے ہیں۔

حضرت سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم کا فرمان

والتصوف ما اخذ من القلیل والقال ولکن اخذ من الجوع وقطع المعروفات والمحسنات

تصوف گفتگو نہیں (قیل وقال نہیں ہے) یہ بھوک ہے اور عمدہ چیزوں کا ترک ہے۔

آپ تصوف کے لئے آٹھ چیزوں کو لازمی قرار دیتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سخا
حضرت اسحاق علیہ السلام کی رضا
حضرت ایوب علیہا السلام کا صبر
حضرت زکریا علیہ السلام کا اشارہ
حضرت یحیٰ علیہ السلام کی طرح غیر شادی شدہ ہونا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا موٹا لباس پہننا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیاحت

اور محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فقر

(فتوح الغیب، بحوالہ حقیقت تصوف از قاضی حمید فضلی، ص ۷۰)

تصوف لغت کے اعتبار سے

تصوف کا لفظ تفعل کے باب سے ہے اور عربی میں تفعل تکلف کا تقاضا کرتا ہے۔ تصوف اصل ہے اور اس کی فرع متصوف ہے اور ان دونوں میں فرق لغت کے اعتبار سے واضح ہے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری صاحب فرماتے ہیں:

الصفا ولایة ولها آیة وروایة والتصوف حکایة للصفا بلا شکایة (کشف المحجوب، ص ۵۵)

یعنی صفائے باطن ولایت ہے اور اس کی علامت اور روایت ہے اور تصوف بلاشبہ صفائی قلب کی حکایت ہے۔

حضرت داتا گنج بخش مخدوم علی ہجویری اپنی شہرہ آفاق تصنیف کشف المحجوب میں شیخ خضری کا یہ قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

التصوف صفاء السرین کدورة المخالفة

باطن کو مخالفت حق کی کدورت اور سیاہی سے پاک اور صاف کر دینے کا نام تصوف ہے۔

حضرت داتا صاحب رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں: اہل تصوف تین طرح کے ہوتے ہیں۔

۱۔صوفی ۲۔متصوف ۳۔مستصوف

۱۔صوفی

صوفی وہ ہوتا ہے جو اپنی ذات کو فنا کر چکا ہو اور حق کے ساتھ باقی ہو۔ وہ طبعی تقاضوں سے چھٹکارا حاصل کر کے حق کے ساتھ ملا ہوا ہو۔

۲۔متصوف

متصوف وہ ہے جو مجاہدہ اور ریاضت کے ذریعے اس درجہ صوفی کا متلاشی ہو اور اسی طلب میں وہ معاملات بھی درست رکھتا ہو جو حقیقی صوفی کی طرح ہو۔

۳۔مستصوف

مستصوف وہ ہوتا ہے جو مال وجاہ اور فقط دنیا کے لئے ان لوگوں کی طرح بنا پھرتا ہے۔ اسے حقیقت تصوف سے کوئی خبر نہیں ہوتی۔صوفیاء نے اس کے متعلق کہا ہے:

المستصوف عندالصوفیه کاالذباب وعند غیرهم کالذئاب

مستصوف صوفیاء کے نزدیک مکھی کی طرح ہوتا ہے اور دوسرے لوگوں کے نزدیک وہ مرادر کھانے والے بھیڑیے کی طرح ہوتا ہے۔

پس صوفی واصل بحق ہوتا ہے۔متصوف اصول تصوف پر چلنے والا ہوتا ہے اور مستصوف بالکل بیہودہ اور فضول ہوتا ہے۔(کشف المحجوب ص۔ذ حقیقت تصوف ص۶۶)

صاحب المنجد کی تصوف کے بارے میں شرح

صفی ای تصفتة الشی وجعله صافیا

صفی سے مراد کسی شے کو صاف اور اجلا کر دینا ہے۔(المنجد تحت مادہ صفا)

جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کے ذریعہ صاف ہو جاتا ہے اس کو صافی اور جس کو محبوب حقیقی صاف کر دے اس کو صوفی کہتے ہیں یعنی جو آدمی محبت خداوندی کی وجہ سے نفسانی آلائشوں اور اخلاق رذیلہ سے پاک ہو جاتا ہے اس کو صافی کہتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں گم ہو جائے اور شدت محبت کی وجہ سے ماسویٰ اللہ سے منہ موڑے اور ان سے

بیزاری کا اظہار کرے وہ صوفی ہے۔

۱-الصفا

بعض علماء نے لفظ تصوف سے مشتق مانا ہے۔ اگر تصوف قول الصفا سے مشتق ہو تو اس سے مراد ایسی زندگی ہوتی ہے جس میں انسان تمام گناہوں کی آلودگیوں تمام رذائل سے بچ کر اپنے قلب کو صاف و شفاف رکھتا ہے۔ جب تمام نافرمانیوں سے اور غفلتوں سے بچ کر انسان اپنے قلب کو صیقل کو لیتا ہے تو پھر ایسا دل چونکہ صاف اور شفاف ہوتا ہے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے انوار کا جلوہ گاہ بن جاتا ہے۔

جیسا کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

جب کوئی بندہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ مرتسم ہو جاتا ہے پھر اگر وہ توبہ کرے اور گریہ وزاری کرے تو اس کا دل سیاہی سے صیقل ہو جاتا ہے۔ اگر وہ معصیت میں زیادتی کرے تو اس پر سیاہی کا اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہی وہ سیاہی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا۔

كَلَّا بَلْ سكته رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝

ہرگز ایسا نہیں بلکہ (اصل وجہ ان کے تکذیب کی یہ ہے کہ) ان کے دلوں پر ان کے اعمال بد کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔ (سورۃ المطففین)

ارشاد گرامی کا مفہوم یہ ہے کہ مسلسل گناہوں سے معصیت اور نافرمانی سے لوحِ قلب پر سیاہی پھیلتے پھیلتے مکمل طور پر چھا جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کا دل ظلمت کدہ بن جاتا ہے۔ اس کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے۔ اچھائی اور بری کی تمیز نہیں رہتی اس کی قوت فیصلہ اتنی کمزور ہو جاتی ہے کہ وہ برائی کو برائی بھی نہیں سمجھتا۔ نتیجتاً اس کے قلب وضمیر پر موت طاری ہو جاتی ہے۔

جبکہ ایسا آدمی جو نیکی اور بھلائی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور مسلسل گناہوں سے بچتا ہے تو اس کے دل پر ایک نور کا نقطہ لگ جاتا ہے حتیٰ کہ نیکیاں کرتے کرتے اس کا دل مکمل

طور پر نور علی نور ہو جاتا ہے تو پس ایسا شخص نس نے اپنے دل کو آلودگیوں سے پاک کر لیا اور اپنے نفس کو رذائل اخلاق کی تاریکیوں سے منزہ کر لیا ایسی صورت کو تصوف کا نام دیا جاتا ہے اور اس شخص کا دل اللہ تعالیٰ کے اسرار اور انوار کا مرکز بن جاتا ہے۔

قول ثانی

اس مادۂ تصوف کے اعتبار سے بندے کے اندر حد درجہ اخلاص اور صدق آ جاتا ہے کہ دینوی اعتبار سے آنیوالی ہر مصیبت اور پریشانی کا مقابلہ کرتا ہے اور کسی بھی بڑے سے بڑے آمر کے سامنے سر نہیں جھکاتا بلکہ اپنی جبین اگر خم کرتا ہے تو اپنے مالک حقیقی کے سامنے جھکاتا ہے۔ وہ دنیا کے سارے رشتے توڑ کر اسی سے لو لگاتا ہے اور اپنا رشتہ اسی سے جوڑتا ہے۔ اس کے سارے کام اس کی زندگی کا لمحہ لمحہ اس طرح گزرتا ہے کہ وہ رضائے الٰہی اور رضائے خداوندی کو پالے۔ چونکہ وہ مقام رضا پر فائز ہوتا ہے اس لیے وہ بڑی سے بڑی مشکل کا خندہ پیشانی سے سامنا کرتا ہے۔ ایسی صورت میں اسے اخلاص نامہ حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اسے حاصل ہوتی ہے۔

قول ثالث الصوف

اس سے مراد ہے کہ روئی لباس پہننا اور اونی لباس چونکہ کھردار ہوتا ہے اور ایسا لباس پہننے سے مراد ہے کہ دینوی لذتوں اور جسمانی راحتوں سے کنارہ کشی کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسا شخص عاجز اور مذلل ہو کر پیش ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کو تمام عبادتوں سے پسندیدہ ہے کہ کوئی اس کی بارگاہ کا عاجز و فقیر رہے۔ اونی لباس پہننا انبیاء کی سنت ہے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔

عن انس بن مالك قال كان رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم يجيب دعوة العبد ويركب اطمار ويبس الصوف

انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلام کی دعوت قبول فرما لیتے۔ گدھے پر سواری فرما لیتے اور صوف کا لباس زیب تن فرما لیا

کرتے تھے۔ (عوارف المعارف' ص ۲۰۰)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لقد ادرکن سبعین بدریا لباسهم الصوف (عوارف المعارف' ص ۲۰۰)

میں نے ستر بدری صحابہ کو دیکھا کہ ان کا لباس صوف تھا۔

چونکہ یہی لباس تھا جسے تابعین اور تبع تابعین کے دور میں نیک بندگان خدا نے سنت انبیاء اور صحابی کی پیروی میں ازراہ عجز وانکساری اپنایا تھا اور اسی لباس کی نسبت سے انہیں صوفیاء کہا جانے لگا اور اس طریقہ زندگی کو جو محبوب حقیقی کے ساتھ سچی لولگا کر اس کی محبت میں فنا ہو جانے سے تشکیل پایا تصوف کا نام دیا جانے لگا۔

گویا لذات جسمانی سے کنارہ کش ہو کر اور علائق دینوی سے دستبرداری کے ساتھ ساتھ محبوب حقیقی کی بارگاہ میں ظاہراً اور باطناً عجز وانکساری اور تواضع وتذلل سے عبارت طرز زندگی کو تصوف کا نام دیا گیا۔

قول رابع الصوف

تصوف کو چوتھے مادہ اشتقاق الصوف سے مشتق مانا جائے تو لوح ذہن پر محبوب حقیقی سے محبت میں کامل یکسوئی اور انہماک واستغراق کا تصور ابھرتا ہے تو چونکہ صوفیاء اس اعتبار سے وہ اللہ کی محبت میں فنا ہو جاتے ہیں۔ وہ ہر وقت اپنے مولا کے حضور کیفیت جذب میں رہتے ہیں اور دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر اسی سے لولگاتے ہیں ان پر احوال باطنی کھل جاتے ہیں۔ ان کے لوح قلب پر ہر غیر کا نقش مٹ چکا ہوتا ہے اور ان کے نہاں خانہ دل میں سوائے محبوب حقیقی کے غیر کے تصور تک کا گزر محال ہوتا ہے۔

ایسی زندگی بھی امتیاز انسانیت کا مقام رفیع ہے۔

قول خامس الصفہ

اصحاب صفہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے ساتھی تھے جو گھر بار' بیوی بچوں کے جھنجھٹ سے آزاد تھے۔ وہ مسجد نبوی میں چبوترے جسے عربی میں صفہ کہا جاتا ہے'

رہتے تھے۔ انکی تعداد چار سو بتائی جاتی ہے۔ اصحاب صفہ گو اہل وعیال کی ذمہ داریوں سے آزاد تھے مگر تارک دنیا نہ تھے۔ وہ چوبیس گھنٹے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے فیض حاصل کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری تربیت روحانی فیض باطنی توجہات سے متمتع ہو کر تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن اور روحانی بالیدگی کا سامان حاصل کرتے۔

اصحاب صفہ کئی کئی دن فاقے کاٹتے مجاہدۂ نفس اور ریاضت کرتے تھے۔ مسلسل روزے رکھتے تھے۔ کھجور اور پانی پر گزارہ کرتے تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی اور دیگر مورخین اور علماء تصوف کے رشتے کو اصحاب صفہ سے ملاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:

وقف رسول الله عليه واله وسلم يوما على اهل الصفة فراى فقرهم وجهدهم وطيب قلوبهم فقال ابشر وما اصحاب الصفه فمن بقى منكم على النعت الذى افتم عليه اليوم راضا كما هو فيه فانه من رفقائى يومه القيامة

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل صفہ کے درمیان کھڑے ہوئے اور ان کے فقر جان کنی اور سرور قلب کو دیکھا تو فرمایا: اے اصحاب صفہ خوش ہو جاؤ کہ جو تم میں سے موجود صفات پر قائم رہا اور اسی حال پر راضی رہا وہ یوم قیامت میرے رفقاء میں سے ہوگا۔ (عوارف العارف مترجم ص ۲۰۴)

یہی وہ اصحاب صفہ تھے جو ظاہراً باطناً جن کے قلب و روح، جن کے دل و دماغ نے کامل تزکیہ حاصل کر لیا تھا اور وہ مشاغل حیات اور علائق دینوی سے بے نیاز ہو کر اپنے مولا کی محبت میں فنا ہو چکے تھے۔ پس جو لوگ ان (اصحاب صفہ) لوگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے مولا سے لو لگا بیٹھے اور وہ لذات دینوی سے کنارہ کش ہو گئے اور ان کی زندگی کا مقصد اپنے مولا کی رضا ٹھہرا۔ ایسے لوگ صوفیاء کہلانے لگے اور ان کی زندگی کو

تصوف کے نام سے موسوم کیا گیا۔

قول سادس الصفا

تصوف کو اگر الصف سے مشتق مانا جائے تو اس سے مراد ایسے لوگ ہوں گے جن کے دل بارگاہ ایزدی میں صف اول میں حاضر ہیں۔ یہی وہ پاک بندگان خدا ہیں جن کے دل روشن ہیں اور ان کی توجہات دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہیں۔ ایسے لوگ اپنے محبوب حقیقی کے دیدار کے ہر وقت طالب رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کا علائق دینوی سے منقطع ہونا اور تمام تر دینوی رنگینیوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنے محبوب حقیقی کے دیدار کے لئے صف اول میں حاضر ہونے کو تصوف کا نام دیا ہے۔

(تصوف کے روشن حقائق، ص ۲۱ از عبدالقادر عیسیٰ الشاذلی)

تصوف کا اصطلاحی مفہوم

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو لغوی معانی میں الفاظ کے اختلاف کے باوجود ایک قدر ظاہراً اور باطناً مشترک نظر آتی ہے اور وہ یہ کہ تصوف کا مقصود حاصل قلب و باطن کی صفائی و طہارت سے ہو یا اللہ تعالیٰ نے مخلصانہ دوستی قائم کرنے سے اصحاب صفہ کے ساتھ لباس میں مشابہت سے ہو یا پھر ان کی طرز زندگی اپناتے ہوئے مجاہدہ و ریاضت سے یہ سارے کے سارے احوال اس جہت کی نشاندہی کرتے ہیں کہ انسان کی زندگی اس طرح منزہ مبرہ اور صاف و شفاف ہو جائے جس میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی ادنیٰ سے ادنیٰ نافرمانی کا شائبہ تک نہ رہے۔ بندے کا ظاہر باطن قلب و روح دل و دماغ گو اسکا اٹھنا بیٹھنا، مرنا جینا اس طرح احکام شریعت کے تابع ہو جائے کہ تمام رذائل اخلاق معصیت اثم و عدوان کے میل کچیل سے اس کی زندگی پاک ہو جائے اور بندے کا دل انوار و تجلیات الٰہی کا مہبط بن جائے۔ اس کامل اخلاص پر مبنی زیست کا نام تصوف ہے۔ بقول اقبال

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

اگر تمسک بالحقائق اور استغناء عن الخلق انسان کا حال بن جائے تو اس کی زندگی کا ہر لحہ ان کیفیات سے ہمکنار ہوتا ہے جو توحید کا نقطہ کمال ہیں۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے
ضمیر پاک و نگاہ بلند و مستیٔ شوق
نہ مال و دولت قارون نہ فکر افلاطون
دل اگر اسی خاک میں زندہ و بیدار ہو
تیری نگہ توڑ دے آئینۂ مہر وماہ

تصوف کی تاریخ

حضرت گل حسن شاہ صاحب تصوف کے سلسلہ آغاز کے متعلق فرماتے ہیں کہ ۱۴۹ھ میں حضرت ایوان رحمۃ اللہ علیہ نے بمقام جدہ طریق تصوف کو سلسلہ کی صورت میں مرتب فرما کر سلسلہ کا نام ایوان رکھا کئی لاکھ لوگوں نے اس میں شامل ہو کر تربیت حاصل کی۔ (حقیقت تصوف، ص ۸۲، از قاضی حمید فضلی)

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پہلا شخص جو صوفی کے نام سے مشہور ہوا اس کی تعریف کچھ اس طرح ہی کہ اس آدمی کا نام غوث بن مرہ تھا۔ جس کی والدہ کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ اس شخص کی والدہ نے منت مانگی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا عطا کرے تو میں اس کو کعبۃ اللہ کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی۔ چنانچہ غوث پیدا ہوا اور اس کو کعبۃ اللہ کی خدمت کے لئے مامور کر دیا گیا۔ ایک دن گرمی کی شدت کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گیا۔ اس کی والدہ نے غوث بن مرہ کو اٹھایا تو وہ بے جان سا ہو گیا تھا۔ فوراً کہنے لگیں یہ تو صوفہ ہو گیا ہے اسی دن

سے غوث بن مرہ کا نام صوفی پڑھ گیا۔ جن لوگوں نے اس کی طرح زندگی اپنالی انہیں صوفی کہا جانے لگا۔

بعض مشہور سائنسدان جابر بن حیان کو صوفی کہتے ہیں اور بعض ابو عبداللہ الصوفی التاثر الاندلسی کو پہلا صوفی قرار دیتے ہیں۔ بعض نے ابو ہاشم کو صوفی اول کہا اور بعض یحیٰ بن معاذ کو پہلا صوفی بتلاتے ہیں۔

ابوبکر الکلا آبادی کی کتاب التعرف لمذہب التصوف جس کے متعلق صوفیاء نے کہا:

لولا اتعرف کما کمزف التصوف

اگر کتاب تعرف نہ ہوتی تو تصوف کی حقیقت معلوم نہ ہوتی۔

آپ کی اس کتاب کے باب اول میں قولهم الصوفیه لم سمیت الصوفیه پہلا باب۔ صوفیاء کو صوفی کیوں کہتے ہیں؟ صوفیاء کے متعلق اظہار بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ایک گروہ کا کہنا ہے کہ صوفیہ کو صوفی اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے اسرار و آثار صاف ہوتے ہیں۔

''صوفی ہوتا ہی وہ ہے جو صاف ہو جس کا من تن صاف نہ ہو وہ صوفی نہیں ہوسکتا''۔

بشیر بن حارث صوفی کی تاریخ میں فرماتے ہیں:

صوفی وہ ہے جس کا دل اللہ کے لئے صاف ہو جائے۔

اور بعض نے کہا:

کہ صوفی وہ ہے جس کا معاملہ اس کے ساتھ صاف ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی عزت ہو۔

دوسرا باب

تصوف وطریقت اور شریعت کا

آپس میں کوئی تضاد نہیں

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ شریعت اور ہے اور طریقت اور شریعت والے طریقت پہ نہیں چل سکتے۔ یہ ان لوگوں کے نفس کا فریب ہے جس نے ان کو دھوکے میں رکھا ہوا ہے جبکہ حقیقت میں ایسی کوئی بات نہیں۔ اگر بنظرِ عمیق دیکھا جائے تو کمال شریعت کا نام ہی تصوف اور طریقت ہے۔ خدا اور رسول کے احکام جب تک ظاہر تک محدود رہیں اس کا نام شریعت ہے اور جب اس کے اثرات قلب و باطن مرتب ہونے لگیں اور قلب و باطن اس کی نورانیت سے روشن ہونا شروع ہو جائے تو اسے فیضان تصوف کہتے ہیں۔

اس مثال ایسے ہے اگر کسی شخص نے ظاہر اً رکوع و سجود اور قراءت کے ساتھ مکمل نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ہو جائے گی مگر تصوف والے یہ کہتے ہیں کہ جب بندہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ کہے تو زبان کے ساتھ دل بھی اس بات کی تصدیق کرے۔ اگر چہرہ کعبہ کی طرف ہے تو دل بھی رب کعبہ کی طرف متوجہ رہے۔ جس طرح ظاہر صبح نماز کے لئے تمام نجاستوں اور آلودگیوں سے پاک رہا اس طرح دل بھی دوران نماز ہر قسم کے خیالات اور تصورات اور باطنی آلودگیوں سے پاک رہے۔

تصوف کے ذریعے کسی انسان کا روحانی بلندیوں کو پالینا دراصل اس درجہ احسان پر فائز ہوتا ہے جس کا ذکر حدیث جبرائیل میں آیا ہے۔

حضرت جبرائیل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

خبرنی عن الاحسان فقال ان تعبداللہ کانک تراہ فال لم تکن تراہ فانہٗ یراک

پس اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے احسان کے متعلق بتایئے۔ فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھ پائے تو کم از کم یہ خیال رکھے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

سالک کے لئے چند ابتدائی تقاضے

متلاشی منزل جب کسی منزل کو پانے کے لئے ابتدائی کوششیں شروع کرتا ہے تو اس منزل کو حاصل کرنے کے کچھ تقاضے اور ضرورتیں ہوتی ہیں جن کے بغیر کوئی آدمی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح تصوف میں واصلان حق کے لئے منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے دو راستے ہیں۔ سلوک اور جذب سلوک۔ راہ انابت ہے یعنی اسمیں مجاہدہ ہے ریاضت ہے، کوشش اور جدوجہد ہوتی ہے جبکہ جذب میں راہ اجابت ہے اور اس میں انتخاب ہوتا ہے۔ چونکہ جذب قواعد ضوابط کی پابندی سے آزاد ہوتا ہے اس لئے ہم سلوک کا تذکرہ کریں گے۔ سلوک کے لئے کچھ بنیادی تقاضے ہیں جن کے بغیر کسی سالک کا سفر نہ جاری ہوتا ہے اور نہ آگے بڑھتا ہے۔ یہ ابتدائی زادراہ جسے ہر مسافر کو ساتھ لے کر عازم سفر ہونا ہے اور وہ یہ ہیں:

حصول علم اور طاعت حق

ضرورت شیخ

کھانے پینے اور سونے میں کمی

کثرت کے ساتھ یاد الٰہی

مراقبہ و تفکر

ان آداب سلوک چھوڑ اور ان سے راہ فرار اختیار کر کے کوئی بھی سالک اپنی منزل پر نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ یہ ابتدائی تقاضے ہیں جو سالک کے لئے انتہائی ضروری ہیں۔

آئمہ صوفیاء آداب سلوک وتصوف درج ذیل آیۂ کریمہ سے حاصل کرتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرتے رہا کرو۔ اور اللہ کی راہ جہاد کرتا کہ تم فلاح پاؤ۔

مذکورہ آیت کریمہ میں چار چیزیں بیان کی گئی ہیں جو راہ سلوک کے مسافر کے لئے مبادیات ہیں جن پر چل کر سالک اپنی منزل کی طرف گامزن ہوتا ہے۔

ایمان' تقویٰ وسیلہ اور جہاد۔ ان تمام کا نتیجہ فلاح اور کامیابی ہے۔ ایمان میں حصول علم اور طاعت حق کا اشارہ ہے۔

تقویٰ میں احکام الٰہی کی پابندی اور محنت و ریاضت کی طرف اشارہ ہے۔ وسیلہ تلاش کرنے میں ارادت شیخ کی طرف اشارہ ہے۔

اور جہاد یعنی کھانے پینے اور سونے میں تخفیف کی طرف اشارہ ہے۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اسے جہاد بالنفس اور جہاد اکبر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ میں اس بات کا اشارہ ہے ان امور پر عمل کرنے کے علاوہ سالک کی کامیابی کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔

۱- کامل اطاعت حق کے لئے حصول علم ضروری ہے

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ○

اللہ تم میں سے ایمان والوں کے اور جن لوگوں کو علم عطا کیا گیا ہے درجے بلند کرے گا اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔

انتہائی قابل غور بات یہ ہے کہ طریقت کی بنیاد شریعت ہے اور شریعت کا اولین

مطالبہ ہے ایمان اور عمل۔ قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کے عتاب اور آخرت کی سزا سے نجات کا واحد ذریعہ ایمان اور عمل کو قرار دیا ہے۔ قرآن مجید نے کسی جگہ بھی ایمان کو عمل سے جدا نہیں کیا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنی ایمان اور عمل دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ صوفیاء ایمان سے مراد سراسر علم اور عمل سے مراد طاعت حق لیتے ہیں۔

علم کا حصول ہر انسان مرد و عورت پر فرض ہے۔ اوامر و نواہی توحید و رسالت ارکان ایمان اور ارکان اسلام ان تمام احکامات پر یقین رکھنے کے بعد اگلا قدم علم ہے کیونکہ تمام احکامات پر علم کے بغیر عمل ممکن نہیں اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة

جب کوئی راہ سلوک پر چلنے کی تمنا کرتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ کی محبت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا حل کرے۔ اس راہ پر چلنے کے لئے شرط اولیں اتباع نبوی ہے۔ جب بندہ فاتبعونی کی منزل پر فائز ہو جاتا ہے تو اس بندے پر اللہ تعالیٰ کی توجہ خاص ہوتی ہے اور یہی خاص توجہ تصوف کا مغز ہے تو اس راہ پر چلنے کے لئے علم کا حصول انتہائی ضروری ہے اور یہ علم قرآن و سنت کا علم ہے کیونکہ ایک جاہل عابد اور زاہد تمام عمر عبادت کرنے کے باوجود طریقت کی پہلی منزل بھی طے نہیں کر سکتا۔ بقول حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

بناں علموں جو کرے فقیری
کافر مرے دیوانہ ہو

<u>امام مالک کا قول ہے</u>

من تفقهه و لم یتصوف فقد تفسق و من تصوف و لم یتفقهه فقد تزندق و من جمع بینهما فقد تحقق

جو تفقہ (یعنی علم) میں ماہر ہوا اور تصوف کو نہ مانتا ہو وہ فسق و فجور میں پڑ گیا

اور جو تصوف میں ڈوب گیا اور فقہ سے نابلد رہا وہ زندیق ہو گیا اور جس نے دونوں کو جمع کر لیا اس نے حق کو پا لیا۔

اس لئے راہ طریقت میں علم شریعت کے بغیر۔ حصول معرفت کو در کنار انسان خود ہلاکت کے گڑھوں سے بھی نہیں نکل سکتا۔ تو اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جب انسان علم شریعت حاصل کرے تو طاعت حق میں کمال حاصل کرے کہیں ایسا نہ ہو عالم بے عمل بن جائے اور روز قیامت آگ کی قینچیوں سے اس کی زبان کاٹی جائے۔ عالم بے عمل کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لاد دیا گیا ہو۔ اس لئے

اے راہِ خدا کے سالک علم حاصل کر اور دامن اطاعت مضبوطی سے تھام۔

پس سالک مبتدی کا فرض اولیں ہے کہ علم شریعت حاصل کرنے کے بعد اپنی زندگی پر طاعت الٰہی' محبت الٰہی' خشوع' خضوع' گریہ زاری کی چھاپ لگائے۔ تصنع اور بناوٹ سے پرہیز کرے۔ ریا کاری اور دیگر اخلاق رذائل کو قریب نہ پھڑکنے' ظاہر و باطن' یک رنگی کا عنصر غالب رہے۔ عبادات اور معاملات میں اتباع سنت کا رنگ غالب رہے۔ صرف اور صرف نیکی کو اپنی جبلت بنا لے۔ دینوی زیب و زینت اور رنگینوں سے کنارہ کش ہو جائے۔ ہر قسم کی برائی سے لاتعلق ہو جائے۔ اگر کوئی سہواً خطا سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ و استغفار کرے اور حضور الٰہی کی طرف متوجہ رہے اور گناہ معاف ہونے پر کامل یقین رکھے۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

التائب من الذنب كمن لا ذنب له

گناہوں سے توبہ کرنیوالا ایسے ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں

فرائض و واجبات کی پابندی اور سنن کی پیروی کے علاوہ ان معمولات کو نہایت مفید اور از حد ضروری سمجھے۔

شبانہ روز نوافل کی ادائیگی

تلاوت قرآن مجید

کثرت درود و سلام

کثرت استغفار

صدقہ و خیرات

سالک کے لئے ضروری ہے کہ تعلیم و تعلم کے باب میں صالح علماء کی مجلس میں بیٹھے روزانہ قرآن مجید ترجمہ کے ساتھ پڑھے یا سنے۔ اس طرح احادیث کا مطالعہ کرے۔ مسائل فقہ سے واقفیت پیدا کرے اہل سنت کے مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب سے تمسک اختیار کرے اور آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرے۔

ضرورت شیخ

حقیقی اسلام حقیقی ایمان اور حقیقی تمسک بالسنہ والکتاب کسی زندہ دل شخصیت کے توسط کے بغیر ممکن نہیں اور اسی زندہ شخصیت کا اصطلاحی نام پیر و مرشد ہے۔ جس طرح علوم ظاہری حاصل کرنے کے لئے کسی استاد اور معلم کی ضرورت ہوتی ہے جس ہستی نے خود شریعت پر چل کر طریقت کی منازل کو طے کیا اور جو باطنی پردے کشف کرنے کی اہلیت رکھتی ہو جس نے انوار الہیہ کو اپنے سینے میں جاگزیں کیا ہوتا کہ منازل سلوک طے کرتے ہو حاصل ہونیوالے انوار اور باطنی کیفیات بدلنے کی صورت میں سالک کے قدموں کو ڈگمگانے نہ دے۔

ہدایت کے لئے کسی فیض یافتہ شخصیت کی ضرورت

جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے پیکر محسوس کی صورت میں تاجدار کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس دنیا میں بھیج کر چالیس سال تک ہر قسم کے معاشرتی تعلقات قائم رکھنے کا حکم دیا اور پھر آپ کی وساطت سے انسانیت کو ہدایت دی ورنہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایسا کر سکتا تھا کہ ہر آدمی کو قرآن اس کے سرہانے سے مل جاتا اور اس میں لکھا ہوتا کہ اے انسان تیری ہدایت اس نسخے میں ہے لہٰذا تو اس پر عمل

کر کے آخرت کو سنوار لے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مبعوث فرما کر ہمارے لئے ایک نمونہ بتا دیا کہ اس ہستی کے نقش قدم پر چل کر تم راہ ہدایت اور راہ راست حاصل کر سکتے ہو۔ یہی ایک ایسی ہستی ہے جو پیکر محسوس کی شکل میں تمہارے پاس موجود ہے جو علم ظاہر اور علم باطن کا منبع ہے۔ اسی لئے حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا تھا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دو طرح کے علم حاصل ہوئے ایک علم ظاہر اور دوسرا ایسا علم ہے کہ اگر میں لوگوں کو بتا دوں تو وہ میرا گلہ کاٹ دیں۔ یہی وہ علم تصوف اور حقیقت تھا جو باطنی کیفیات اور روحانی مشاہدات کے لئے تھا۔ یہی علم سینہ بہ سینہ آگے چلتا رہا۔ صحابہ کرام کے ذریعے تابعین اور تبع تابعین کے ذریعے آگے پھیلا۔ یہ تمام کے تمام کون لوگ تھے شاگردوں کی جماعت تھی، طالبوں کی جماعت تھی، مہر پردہ کی جماعت تھی، بیعت کرنیوالوں اور ارادت رکھنے والوں کی جماعت تھی۔

جس طرح مادی علوم حاصل کرنے کے لئے استاد ضروری ہوتا ہے فنی علم حاصل کرنے کے نلئے استاد کی ضرورت ہوتی ہے تو پھر روحانی علم جوان تمام ملوم سے زیادہ لطیف تزکیۂ نفس کا فن جوان تمام فنون سے دشوار ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت جو ہر شے سے زیادہ نازک ہے کیسے ممکن ہے اس میں استاد اور شیخ کی ضرورت کے بغیر آدمی حاصل کرے۔ اس سفر میں تو قدم قدم پر رہنما از حد ضروری ہے اس رہنما کو روحانی پیشوا اور استاد کو شیخ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

شیخ مقام احسان تک رسائی کا ذریعہ ہوتا ہے

علم ظاہری اور علم شریعت تو کتابوں سے حاصل کیا جا سکتا ہے یعنی اجزائے ایمان ارکان اسلام، مسائل فقہ اور دیگر مسائل شریعت اور احکام شریعت کتب فقہ و حدیث سے مطالعہ کے ذریعے حاصل کیے جا سکتے ہیں مگر قلب کو مرتبہ احسان تک پہنچانا اور قلب و روح کو نور باطن سے مزین کرنا اور نفس کا تزکیہ کرنا ایک کامل طاہر و مطہر شخصیت کے بغیر کیسے ممکن ہے اس لئے کہ وجدانیات و کیفیات اور لطف و سرور یہ تمام چیزیں احاطہ تحریر

میں نہیں لائی جاسکتیں کیونکہ یہ پڑھنے پڑھانے کی شے نہیں بلکہ چکھنے چکھانے کی شے ہے۔ یہ علم تکرار سے نہیں آتا بلکہ محسوس کرنے کی شے ہے یہ ایسا علم ہے جو قوت سامعہ لامسہ سے بلند تر ہے۔ یہ علم صرف ایک قلب سے دوسرے قلب پر اپنا عکس ڈالتا ہے۔

نہایت ضروری بات یہ ہے کہ مرشد اور شیخ کوئی خودرو ہستی نہیں ہوتا یا خود ساختہ نہیں ہوتا۔ بالکل اسی طرح جس طرح آپ بخاری و مسلم کی روایات اس لیے تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا سلسلۂ سند حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے اور حدیث کے راوی جتنے معتبر اور متواتر ہوں گے روایت اتنی ہی قوی ہوگی۔ بالکل ایسے ہی مرشد کامل اور شیخ کا قلب منیر بھی ایسے ہی مضبوط واسطوں سے قلب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا ہوا ہوتا ہے۔ یہ روحانی واسطہ اور روحانی زنجیر بخاری و مسلم کی اخبار اور آثار کی طرح سرچشمہ ہدایت اور سرچشمہ روحانیت سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایسے لوگ تھے جو دونوں علوم کے جامع تھے وہ علم شریعت کے ساتھ ساتھ علم باطن اور علم اور روحانیت کے جامع تھے جن میں حضرت ابوبکر صدیق' سیدنا عمر فاروق' سیدنا عثمان غنی' علی المرتضیٰ' ابوذر سلمان فارسی' ابوعبیدہ' ابودرداء' ابوہریرہ' معاذ بن جبل' عمران بن حصین' ابوموسیٰ اشعری وغیرہم کے نام سرفہرست ہیں اس لئے صوفیاء کے قدیم تذکرے انہیں کے نام سے شروع ہوتے ہیں۔

قرآن مجید اللہ والوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیتا ہے۔

سورۃ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (سورۃ کہف)

اور اپنے آپ کو روک لے (جوڑے) ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اپنے مولا کی رضا حاصل کرنے کے لئے۔

یہ آیۂ کریمہ وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں پر اصحاب کہف کا واقع ختم ہوتا ہے تو

اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کا واقعہ بیان کرنے کے بعد اس آیہ کریمہ کو نازل کیا جس میں اللہ والے نیک لوگ کے ساتھ رہنے کا حکم فرمایا۔ اصحاب کہف کون تھے؟ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نیک اور ولی تھے تو ان ولیوں کا تذکرہ کرنے کے فوراً بعد اس آیہ کریمہ میں ایسے لوگوں کی معیت اختیار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے نیک لوگوں اور اللہ کے ولیوں کی بارگاہ میں جانے کا حکم اللہ تعالیٰ خود دے رہا ہے اور پھر آگے ارشاد فرمایا: جب تم ان لوگوں کی بارگاہ میں آ جاؤ تو پھر وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ پھر تم اپنی نگاہیں ان سے نہ اٹھانا کتنا پیار بھرا جملہ ہے اور کتنی چاشنی ہے اس جملے میں فرمایا کہ اپنی نگاہیں پھر واپس نہ پلٹنا انہیں کی بارگاہ میں سے فیض الوہیت حاصل کر اور ان لوگوں کی پیروی نہ کرنا جو دلوں کو غافل کر دیتے ہیں۔

اسی طرح ایک مقام پہ ارشاد ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (توبہ ۹: ۱۱۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اہل صدق کے ساتھ رہا کرو۔

محض ایمان کافی نہیں کیونکہ خطاب مومنین سے پھر عمل پر بھی اکتفا نہیں کیونکہ تقویٰ اور اطاعت کے بعد ایک اور حکم دیا جا رہا ہے اور وہ ہے کہ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔ صادقوں کی معیت اختیار کرو۔ راست بازوں کی صحبت میں رہو۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ میں تکمیل ایمان ہے۔ اتَّقُوا اللّٰهَ میں تکمیل اسلام ہے جو دوسرا درجہ ہے اور كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ میں تکمیل احسان ہے جو کہ تصوف اور طریقت ہے۔ یہی تین چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو دی تھیں جس کی دلیل حدیث جبرائیل ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تینوں مدارج کی توضیح بیان فرمائی تھی۔ ایمان عقائد پر مبنی ہے۔ اسلام اعمال پر اور تیسری منزل احسان کی ہے جو ان دونوں سے بڑھ کر ہے جو مشاہدۂ حق پر مبنی ہے۔

ارادت شیخ اہمیت و فرضیت قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ سے ثابت ہوتی ہے

اس ضمن میں ہم مزید ایک آیۂ کریمہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں لیکن اس آیۂ کریمہ میں غور وفکر کی ضرورت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ○

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

مولانا رشید احمد گنگوہی ضرورت شیخ کے بیان یوں رقمطراز ہیں:

سالک کے لئے شیخ کامل کی محبت ضروری ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور حق تعالیٰ کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ شیخ اپنی قوم میں ایسے ہے جیسے نبی اپنی امت میں۔ (امداد السلوک ۲۰)

حضرت سیدنا غوث اعظم کا فرمان

حضرت سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی باب آداب المرید مع الشیخ میں تحریر فرماتے ہیں:

ویتحقق بان اللہ عزوجل اجری العادۃ بان یکون فی الارض شیخ و مرید صاحب مصحوب تابع و تبوع من لدن آدم الی ان تقوم الساعۃ (غنیۃ الطالبین ص ۶۱۳)

مرید کو اس بات کا یقین رکھنا چاہئے کہ حضرت آدم سے لے کر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ جاری ہے کہ زمین پر شیخ بھی مرید بھی صاحب اقتدار بھی ہو۔ ماتحت بھی تابع بھی ہو متبوع بھی

چوں تو پیر را کردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

پیر کامل صورت ظلِ الٰہ
یعنی دید پیر دید کبریا

جب تو نے پیر کی ذات کو قبول کرلیا تو خدا اور رسول دونوں اس ذات میں ہیں۔

مرشد کامل اللہ کا سایہ ہے اور اس کا دیدار خداوند تعالیٰ کا دیدار ہے۔ بقول شاعر

بشکل شیخ دیدم مصطفیٰ را
نہ دیدیم مصطفیٰ را بل خدارا

شیخ کا تصور اور صحابہ کرام

صحابہ کرام ہر وقت اپنے ذہنوں میں مرشد کائنات تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور رکھتے اور اس سے روحانی سرور اور فیض حاصل کرتے تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کانی انظرالی سواکہ تحت شفتہ (صحیح مسلم ص ۲:۱۲۰)

گویا میں چشم تصور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسواک جو کہ ہونٹوں کے نیچے تھی دیکھ رہا ہوں۔

۲-حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کانی انظرالی رسول اللہ علی المنبر وعلیہ عمامۃ سوداء قد ارخی طرفتھا بین کتفیہ

گویا میں چشم تصور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر کے اوپر دیکھ رہا ہوں اور آپ کے اوپر سیاہ عمامہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے دونوں کناروں کو اپنے شانوں کے درمیان لٹکا دیا ہے۔

اسی تصور کو اجاگر کرنے کے لئے امام غزالی نے ہماری توجہ اس طرف دلائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

احضر فی قلیل النبی و شخصہ الکریم وقل السلام علیک

ایها النبی

اپنے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی شخصیت کریمہ کو تصور میں حاضر کر اور پھر کہہ السلام علیک یایها النبی۔

چونکہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کی زیارت بھی کرتے تھے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور اور آپ کی ایک ایک ادا کو اپنے چشم تصور میں رکھتے تھے۔

صوفیاء نے صحابہ کرام کے اسی معمول کو سند بنا کر شیخ کے تصور کی اجازت دی ہے۔

مرشد کا تصور اور قرآن

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝ (سورۃ کہف ۱۷)

اللہ تعالیٰ جس کو راہ دے وہی راہ پر ہے اور جس کو راہ نہ دے تو ہرگز اس کا کوئی مددگار راہ دکھانے والا (مرشد) نہ پاؤ گے۔

جس طرح گاڑی بغیر ڈرائیور کے اور کشتی بغیر ملاح کے نہیں چل سکتی اسی طرح کوئی بغیر وسیلہ کے اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہ قانون عام ہے۔

حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی المعروف غوث الاعظم دستگیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

مشائخ کرام ہی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ اور رہنما ہیں اور یہی ایک دروازہ ہے جس سے داخل ہو کر انسان خدا تک پہنچتا ہے لہٰذا ہر مرید کے لئے ایک شیخ کامل ہونا ضروری ہے البتہ بعض حضرات اس سے مستثنٰی ہیں۔

مستثنٰی حضرات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم اور اولیاء کرام میں سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ کیا ہم اس کے منکر نہیں تاہم اکثر اور عام طریقہ وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے یہی سلامتی اور بہتری کا راستہ ہے۔ (غنیۃ الطالبین مطبع فرید بک سٹال)

اس ضمن میں شیخ اسمٰعیل دہلوی فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو۔ فرماتے ہیں: اہل سلوک نے وسیلہ سے مراد مرشد لیا ہے۔ پس کامیاب ہونے کے لئے مجاہدے سے پہلے تلاش مرشد بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہی طریقہ مقرر کر رکھا ہے اس لئے مرشد کی راہبری کے بغیر راہ کا ملنا ناممکن ہے۔ (صراط مستقیم بحوالہ ضیائے حرم اکتوبر ۲۰۰۴)

ڈاکٹر علامہ اقبال فرماتے ہیں:

دم عارف نسیم صبح دم ہے
اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

شیخ کامل کی صفات اور شیخ کامل کے آداب

۱- ایمان اور تقویٰ کی دولت کا حامل ہو۔

۲- عقائد اہل سنت کا متبع ہو۔

۳- احکام شریعت کا علم رکھتا ہو۔

۴- اس کا سلسلہ نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متصل ہو۔

۵- کسی شیخ کامل نے اسے بیعت کی اجازت عطا کی ہو۔

۶- انسان ان کی مجلس میں بیٹھے تو اپنے دل کو اللہ کی طرف مائل رکھے۔

۷- شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ پر سختی سے عمل پیرا ہو۔

بقول حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

شریعت ایک سرسبز و شاداب درخت ہے جس پر ولایت غوثیت اور قطبیت کے پھل پھول لگتے ہیں۔ جہاں شریعت مطہرہ کا سایہ دار درخت ہی نہ ہو وہاں پھل پھول کیسے ہوں گے اور اسی طرح شاہ سلیمان تونسوی فرماتے ہیں:

سلوک و معرفت کی راہیں بغیر اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طے نہیں کی جا سکتیں۔

۸- شیخ کو چاہئے کہ وہ اپنی خلوت نشینی کے لئے کچھ وقت مقرر کرے جس میں لوگوں کی آمد و رفت نہ ہو۔ تاکہ اس کی خلوت نشینی کا اثر اس کی بزم نشینی میں جاری ہو۔

۹- شیخ کو چاہئے کہ وہ اپنے متوسلین و مریدین سے ایک والد جیسے شفقت آمیز اور محبت بھرے لہجے میں پیش آئے اور مریدین کی استعداد اور قابلیت کے مطابق ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرے۔

۱۰- شیخ کے وظائف میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ اپنے عقیدت مندوں سے حسن اخلاق سے پیش آئے۔

۱۱- مریدین پر لطف و کرم اور ان سے نرمی اور خوش طبعی سے پیش آئے۔

۱۲- شیخ مرید کے مال سے تعلق نہ رکھے بلکہ مریدین کی نصیحت تعلیم و تربیت خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرے۔

۱۳- شیخ کے آداب میں یہ بھی ہے کہ اگر مرید میں کوئی کوتاہی دیکھے تو اسے مجلس میں کھلے لفظوں سے منع نہ کرے بلکہ دوران گفتگو اس کوتاہی کی نشاندہی کر دے۔

۱۴- مقلد ہو غیر مقلد نہ ہو۔

۱۵- باادب ہو بے ادب نہ ہو یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام و اہل بیت اطہار اور دیگر بزرگانِ دین کی توہین نہ کرتا ہو۔

۱۶- فاسق معلن نہ ہو پابند شریعت ہو۔

۱۷- اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضرورت کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے۔

(ضیاء الواعظین، ص ۵۴۴)

قاضی حمید فضلی کی شرائط لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱- بیعت لینے والا مرشد مرید سے توبہ کراتا ہے اور اسے نیکی کا حکم اور برائی سے بچنے کی تلقین کرتا ہی۔

۲- مرشد کو منہیات الٰہیہ اور احکامات الٰہیہ کا علم ہوتا کہ برے اخلاق کو چھوڑنے اور عمدہ خصائل حاصل کرنے کی تاکید کر سکے۔

۳- دوسری شرائط کے لئے یہ ضروری ہے کہ مرشد گناہوں سے پرہیز کرے اس لئے کہ باطنی صفائی کا علم ہر کسی کو نہیں ہوتا اس لیے وہ اپنے ظاہر کو درست رکھے تو مرید بھی تقلید میں اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرے گا۔

۴- مرشد کو یادداشت کا ملکہ راسخہ ہو۔ یاد الٰہی سے غفلت نہ کرے دنیا سے کم رغبت رکھے اور آخرت کا تصور غالب ہو۔

۵- اللہ تعالیٰ گواہوں کے متعلق فرماتے ہیں: جو گواہ تمہیں پسند ہو ان کو گواہ بنالو۔ مرشد کے لئے بھی ضروری ہے کہ مرید کا اعتماد بحال رہے۔ اپنے ارادہ کا مالک ہو نہ کہ ہرجائی و ہردم خیال ہوتا کہ مرید اس کے احکامات کی تعمیل کر سکے۔

۶- کسی مرشد سے فیض حاصل کرنے کے بعد کافی مدت ریاضت سے نور باطنی حاصل کیا ہو۔ صفائی باطن کے لئے جب تک کسی مرشد کی صحبت میں نہ رہا ہو وہ مرشد بننے کے قابل نہیں۔

مرشد کے لئے کرامات کا ظہور ضروری نہیں۔

ہاں قانع، صبر والا، تقویٰ والا، مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرنے والا ہو۔



تیسرا باب

سالک کے لئے چند بنیادی ہدایات

مجاہدہ نفس کا پہلا قدم

۱۔ کلام میں تخفیف

اللہ کے رسول محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بندے کو نجات کا راستہ بتایا ہے۔ من صمت نجا۔ جو خاموش رہا نجات پا گیا تو سالک کو چاہئے کہ اسی قول رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن تھام کر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو جائے کیونکہ زیادہ بولنے سے آدمی کے احوال میں فرق پڑ جاتا ہے۔ روحانیت میں کمی آ جاتی ہے اور سالک سے لذت وسرور جو کیفیت ہوتی وہ چھن جاتی ہے۔ اس دوران عوام کے اختلاط سے ہی بچنا چاہئے لیکن یاد رہے اس دوران شرعی معاملات کو نظر انداز نہ کرے جیسے مریض کی عیادت کے لئے جانا' صلہ رحمی کرنا' مصیبت زدوں کے کام آنا' ٹوٹے دل اور بے سہارا لوگوں کی ڈھارس بندھانا' یہ دین کی طرف سے اس کی معاشرتی ذمہ داریاں ہیں جن کو نبھانا سالک کے لئے از حد ضروری ہے لیکن فضول گفتگو سے بالکل پرہیز کرے اور قہقہے لگانے سے اجتناب کرے۔ اس سے دل مردہ ہوتا ہے۔

زبان کو زیادہ تر ذکر خدا اور تبلیغ دین میں جنبش دے۔ عشاء کے بعد تو بالکل خاموش ہو جائے' ذکر و وظائف کرے۔ کیونکہ جب تو اللہ کی رضا کے لئے منہ کی زبان کو بند رکھے گا تو اللہ تعالیٰ تیرے دل کی زبان کو کھول دے گا اور تجھ پر اپنا لطف کرم کرے گا اور تجھ پر

اپنے اسرار و معارف کے دروازے کھول دے گا۔ اس سالک کو چاہئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ کوشش کرے ذکر و اذکار میں مصروف رہے اور لغو و بے معنی باتوں سے کنارہ کشی اختیار کرے۔

۲۔ طعام میں کمی

کھانے کے حوالے سے مسافر راہ طریقت کو چاہئے کہ کم سے کم کھانا کھائے تا کہ روح لطیف ہو اور نفس کمزور۔ ایسا بھی نہ ہو کہ بہت زیادہ کم کھائے جس کی وجہ سے اس کے معمولات میں فرق پڑے اور وہ کمزوری محسوس کرنا شروع کر دے۔ اتنا کھانا کھائے جو سالک کو نحیف نہ کرے۔ طعام میں کمی کی وجہ سے روحانیت کو تقویت ملتی ہے اور مجاہدہ ریاضت میں آسانی پیدا ہوتی ہے جبکہ پیٹ بھر کر کھانے سے نفس کی آلائشیں غالب ہو جاتی ہیں اور نتیجتاً نفس آپ کو غفلت کی زنجیروں میں جکڑ دیتا ہے جس کی وجہ سے قلب و روح بیمار پڑ جاتی ہے اور روحانیت میں کمی واقع ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ کم کھانا روحانیت اور نورانیت میں اضافہ کا باعث بنتا ہے اور انسان کے اندر فرشتوں جیسی صفات پیدا ہوتی ہیں۔

سونے میں کمی

غوثِ اعظم حضرت سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کہ تمام تر بھلائی جاگنے میں ہے اور تمام برائی سونے میں ہے اس لئے سالک کو چاہئے کہ وہ کم سوئے اور زیادہ جاگے۔ دوپہر کے وقت کھانا کھا کر سونا فائدہ مند ہوتا جو رات کی بیداری میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے اور بندے پر سستی نہیں چھاتی۔ عشاء کے بعد مختصر وظائف دعا کے بعد سو جائے اور رات کے آخری پہر میں اٹھ کر اپنے محبوب کی بارگاہ میں دعا و مناجات کرے اور اس کی عطاؤں سے اپنے دامن کو بھرے اور محبوب حقیقی کی بارگاہ میں آنسوؤں کے نذرانے پیش کرے تا کہ وہ سالک کو اپنی خوشنودی اور رضا کی

لازوال دولت عطا کرے۔

۴- کثرت ذکر و عبادات

راہ طریقت کے مسافر کے لئے ذکر و عبادات انتہائی ضروری چیز ہے جو اسے اپنے مالک حقیقی کا قرب عطا کرتی ہے۔ حدیث قدسی میں بھی آتا ہے کہ بندہ کثرت نوافل سے میرا قرب حاصل کرلیتا ہے اور پھر میں اس پر اپنی عنایتوں کی بارش کردیتا ہوں۔

اس لئے سالک کے لئے ضروری ہے کہ نماز پنجگانہ کے علاوہ اذکار اور دیگر عبادات پابندی سے کرے جن میں حسب ذیل عبادات بہت ضروری ہے۔

ا- تلاوت قرآن مجید

قرآن مجید کی تلاوت کے لئے کوئی وقت مقرر کرے جس میں وہ تلاوت قرآن مجید کے ذریعے انوار باطنی حاصل کرے اور تلاوت کے دوران تصور کرے کہ میں اپنے مالک حقیقی سے گفتگو کر رہا ہوں اور اس کا کلام اپنی زبان سے ادا کر رہا ہوں۔

نوافل کی ادائیگی

فرائض کے علاوہ چار نمازیں ہیں جن کو پابندی سے ادا کرے۔ آٹھ رکعت تہجد' اشراق چار رکعت' چار رکعت چاشت' چھ رکعت ادابین۔ اگر مصروفیت کی بنا پر چاشت تک انتظار نہیں کرسکتا تو اشراق کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔

سالک کے لئے ضروری ہے کہ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت عبادت ذکر و اذکار میں صرف کرے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہے ریا اور دیگر بے اخلاق سے پرہیز کرے۔

۵- تفکر و مراقبہ اور محاسبہ

تفکر و مراقبہ

تفکر و مراقبہ سے یہ مراد ہے کہ انسان اپنی تمام تر شعوری قوتیں باری تعالیٰ کے تصور

میں لگا دے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں میں گم ہو جائے کہ اس کی تمام عقلیں شعور وہم خیال اور سارے حواس توجہ وفکر کے مکمل تابع ہو جائیں اور سالک پر ایسی کیفیت طاری ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے جلوے سے نظر آنے لگیں۔ ابو عثمان مغربی فرماتے ہیں کہ جو چیزیں آدمی راہ سلوک میں اپنے نفس پر لازم کرتا ہے ان سب میں بہتر مراقبہ اور محاسبہ ہے۔

ابن عطا فرماتے ہیں سب سے بہتر طاعت ہمیشہ مراقبۂ حق ہے۔

مراقبہ کیا ہے

مراقبہ ایک دوسرے کو دیکھنے کو کہتے ہیں یعنی بندہ خدا اور اس کی صفات کو چشم تصور میں لائے۔ (احیاء العلوم از امام غزالی)

اہل تصوف مراقبے سے مراد وہ حالت قلبی لیتے ہیں جو ایک قسم کی معرفت الٰہی ہے۔

حضرت شبلی ابوالحسین نوری کے پاس گئے۔ دیکھا وہ ایک گوشے میں چپ چاپ بڑی دلجمعی کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ کوئی چیز ظاہر میں حرکت ہی نہیں کرتی۔ وہ بڑی توجہ اور انہماک سے مراقبہ کر رہے تھے۔ حضرت شبلی نے پوچھا: آپ نے یہ سکون کہاں سے سیکھا۔ انہوں نے فرمایا: ہمارے یہاں ایک بلی تھی۔ جب شکار کرنا چاہتی تو بلوں کے پاس گھات لگا کر بیٹھتی اور اپنا ایک بال تک نہ ہلاتی تھی۔ اس سے میں نے یہ طریق سیکھا اس لئے کہ بلی اگر ایسی صورت میں شکار پالیتی ہے تو ہم اپنے مولیٰ کو کیوں نہ پائیں گے۔

مراقبہ معرفت الٰہی ہے اور جو لوگ اس پر یقین کرنیوالے ہیں وہ مقرب ہوتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں: ایک صدیق اور دوسرا اصحاب۔ اس لئے ان کا مراقبہ بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ پہلا مراقبہ صدیقین کا ہے جو تعظیم اور بڑائی کے لئے ہوتا ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ دل اس جلال کے ملاحظے میں ڈوب جاتا ہے پھر وہ کسی اور طرف التفات نہیں کرتا اور

دوسری قسم والے چونکہ اعمال دل پر منحصر کرتے ہیں اس لئے اس میں ہم نظر نہیں کر سکتے۔ مشائخ کے ہاں مراقبے بہت مروج ہیں۔ دل کو تمام تر توجہات سے ہٹا کر ذات باری تعالیٰ کی طرف ملتفت کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے مراقبوں کے لئے نظر ناک پر رکھنے کی مشق کی جاتی ہے۔

مراقبے سالک کے اندر ایک ایسی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں جن کی وجہ سے اسے ایک ایسا مقام نصیب ہو جاتا ہے جسے کشف کہا جاتا ہے یعنی دل و دماغ اور انسان کی دوسری استعدادوں کو قوت گویائی نصیب ہو جاتی ہے۔ اس ضمن میں بعض مشائخ مرقبوں میں سالک کو کسی ایک نسبت کو ملحوظ نظر رکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔

محاسبہ

سالک اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور قدم قدم پہ سوچے کہ وہ کس سمت جا رہا ہے کیا جو کچھ کر رہا ہے وہ درست ہے یا نہیں، اگر غلط راستہ پر چل رہا ہے یا اس سے کوئی غلطی ہو گئی، کوئی بھول ہو گئی، جس میں گناہ کی طرف التفات شہوت رانی یا محرمات کی طرف اس کی توجہ چلی گئی تو وہ اپنے آپ کا احتساب کرنے کے لئے خود کو ایسی سزا دے جو سراسر نیکی ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہے۔

بیعت اور اس کی اقسام

ہم نے گزشتہ صفحات میں اس بات کا بیان کر دیا ہے کہ مرشد کیوں ضروری ہے اور اب ہم بیعت کے حوالے کچھ تذکرہ کرتے ہیں تاکہ بیعت کی اہمیت واضح ہو۔ جب سالک مرشد تلاش کر لیتا ہے تو پھر مرشد اور شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی ہے۔ بیعت کی مختلف اقسام صوفیاء کے ہاں چلی آ رہی ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- بیعت توبہ۔ ۲- بیعت تبرک۔ ۳- بیعت تربیت جیسے بیعت تاکہ عزیمت بھی کہتے ہیں۔

۱- پہلی دو بیعتوں میں گناہ کبیرہ کو چھوڑنا اور صغیرہ پر اصرار نہ کرنا فرض واجبات کی ادائیگی۔ جو مرید طاعات پر مستعد نہ ہو گویا اس نے بیعت شکنی کر دی۔

۳- تیسری میں مجاہدات کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ مرید کا دل نور سکون سے منور ہو جائے اور قلب کی صفائی اس کا وطیرہ ہو۔ یہ بیعت شکنی اس وقت ہو گی جبکہ مرید نورانیت سے قبل مرشد کو چھوڑ دے۔

پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری نے اپنی کتاب سلوک وتصوف کا عملی دستور میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ تمام صحابہ میں بیعت براہ راست دست رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تھی اور اس دور میں بیعت کی کئی اقسام تھیں۔

(۱) بیعت قبول اسلام (۲) بیعت الخلافتہ (۳) بیعت اقامت ارکان دین (۴) بیعت التمسک بالسنہ والتقویٰ (۵) بیعت اجتناب عن البدعات (۶) بیعت الہجرہ (۷) بیعت الجہاد (۸) بیعت السمع والطاعۃ (۹) بیعت المحبۃ۔

جو بیعت سلوک' تصوف میں مروج ہے وہ ان بیعات سے مختلف نہیں۔ صحابہ کرام۔

بیعت کا ثبوت

حضرت عقبہ بن عبد سے مروی ہے:

بایعت رسول اللہ سبع بتعات فمن علی الکاعۃ واثنتن علی المحبۃ

میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر سات بیعتیں کیں جن میں پانچ اطاعت اور دو محبت پر تھیں۔ (سلوک وتصوف کا عملی دستور ص ۳۱)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بیعت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

فاعتم ان البیعت سنۃ وبست بواجبۃ لاق الناس بابعوالنی

وتقربوا الی اللہ تعالیٰ

جاننا چاہئے کہ بیعت کرنا سنت ہے واجب نہیں۔ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کرتے تھے اور اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے تھے۔ (القول الجمیل ۱۸ بحوالہ سلوک وتصوف کا عملی دستور)

شاہ صاحب نے دو چیزوں کو تائب کیا ہے کہ

بیعت سنت نبوی ہے۔ صحابہ کرام حضور کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے اور بدعت نہیں۔ صاف ظاہر ہے جو چیز سنت کا درجہ حاصل کر گئی اسے کسی طرح بدعت کہا جا سکتا ہے۔

۲- اور دوسری چیز بیعت اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہوتی ہے یعنی بیعتؒ کرنے سے اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ بن جاتی ہے۔

دوبارہ بیعت کا حکم

اگر کسی کا مرشد فوت ہو چکا ہو یا مرشد سے فیض حاصل نہ ہوتا ہو تو صوفیاء سے منقول ہے کہ وہ آدمی دوبارہ کسی اور مرشد سے بیعت کر سکتا ہے۔

بیعت کرنے کا طریقہ

خطبہ مسنونہ کے بعد آمنت باللہ اور کلمۂ شہادت پڑھا جائے۔ پھر ارکان خمسۂ اسلام کی تاکید کی جائے۔ پھر گناہوں سے بچنے کی تلقین اور پھر وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ پڑھے پھر دعا اور ذکر کی تلقین کرے۔ اگر سلسلہ کا نام نہ بھی لے تو کوئی حرج نہیں اگر لے لے تو بہتر ہے۔

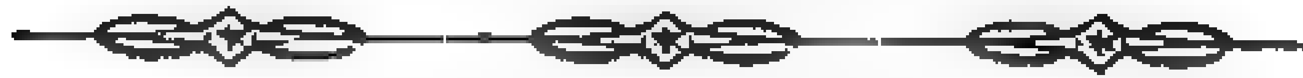
عورتوں کو بیعت کرنے کا طریقہ

عورتوں کو بیعت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مرشد ایک ہاتھ میں کپڑا پکڑ کر دوسرا عورت کو پکڑائے اور پھر معمول بیعت ادا کرے۔ یہ عمل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی

تھا۔ زبانی بغیر کپڑے کے بھی بیعت کی جاسکتی ہے۔

حضرت عبدالعزیز شاہ صاحب شفاء العلیل کے حاشیہ پر لکھتے ہیں: میرے والد شاہ عبدالرحیم آیتِ وسیلہ سے ہی بیعت کا استنباط کرتے تھے جس سے بیعت مرشد، بیعت مجاہدہ اور بیعت ریاضت، بیعت جہاد مراد لیتے تھے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف اوقات میں بیعت لی تھی۔

(حقیقت تصوف اور اتصال نقشبندیہ از قاضی حمید فضلی، ص ۱۰۰)



چوتھا باب

۱۔ تصوف کا بنیادی مقصد

تزکیۂ نفس

سالک کا راہ طریقت پر چلنے کا بنیادی مقصد ہوتا ہے کہ نفس کو پاک کیا جائے اور نفس کی آلائشوں اور اس کے شر سے نجات حاصل کی جائے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں تحریر فرماتے ہیں: مختلف جماعتوں نے نفس سے مختلف مرادیں لیں مثلاً کسی نے نفس کو روح کہا، کسی نے جسم اور کسی نے خون لیکن صوفیاء کے نزدیک نفس سے مراد شر کا سرچشمہ اور برائی کا رہنما ہے چونکہ نفس ہمیشہ برے کاموں کی طرف اکساتا ہے اس کے اندر برے اخلاق جیسے تکبر، حسد، بغض، کینہ، بخل، غصہ اور دوسرے افعال جو شریعت اور عقل دونوں کے خلاف ہوں۔ جس طرح اس جہان میں فرشتے اور شیاطین، جنت اور دوزخ موجود ہیں بالکل اسی طرح انسانی جسم کے اندر نفس اور روح دونوں موجود ہیں ان میں سے ایک نیکی کا منبع ہے جبکہ دوسرا نفس برائی کا سرچشمہ ہے جس طرح قرآن مجید میں ذکر آیا ہے:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ (پارہ ۱۳)

میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا کیونکہ نفس تو بلاشبہ برائی کا حکم دینے والا ہے۔

کشف المحجوب میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ایما امرء یشتھی شھوۃ فرد شھوتہ واثر لاخر علی نفسہ غفرلہ

جو شخص کسی چیز کی خواہش کرے پھر حاصل ہونے پر اس سے اپنا ہاتھ روک لے اور دوسرے شخص کو اپنے اوپر ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور بخش دینگے۔

اس لئے نفس کی مخالفت کی ہی تمام عبادات اور مجاہدات کی اصل اور کمال اطاعت ہے اور بندہ نفس کی مخالفت کے بغیر حق تعالیٰ کی طرف رہنمائی پا سکتا ہے کیونکہ نفس کی مخالفت بندے کی نجات اور اس کی موافقت ہلاکت دیتا ہی ہے۔ حق تعالیٰ اس کی مخالفت کا ہی حکم دیا اور ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو اس کی مخالفت میں کوشاں رہتے ہیں اس لئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

اَفَکُلَّمَا جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ بِمَالَا تَهْوٰی اَنْفُسُکُمُ اسْتَکْبَرْتُمْ

کیا ایسا نہیں کہ جب کبھی کوئی رسول ایسے احکام لایا جنہیں تمہارے نفس نہیں چاہتے تھے تو تم اکڑ گئے۔

اسی آقا کے دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ

جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

پس جو آدمی اپنے آپ کو نہیں پہچانتا وہ تمام چیزوں کی معرفت سے محروم رہتا ہے اور اس سے مراد انسانیت کی معرفت ہے۔

مجاہدۂ نفس

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا

اور جو لوگ ہمارے بارے میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے کیر

ہنمائی کرتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

المجاھدمن جاھد نفسه فی الله (کشف المحجوب ص ۲۹۹)

مجاہد وہ ہے جس نے اللہ کے راستے میں اپنے نفس سے جہاد کیا۔

ایک اور مقام پہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد لاکبر قیل یا رسول الله مالجهاد لاکبر قال الا وهی مجاهدة النفس (بیہقی فی شعب الایمان)

ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ بڑا جہاد کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ مجاہدۂ نفس ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجاہدۂ نفس کو جہاد پر ترجیح دی اس لئے کہ اس کی تکلیف زیادہ ہے جہاد دشمن کو ہٹاتا ہے جبکہ مجاہدہ نفس کو مغلوب کرتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (الاعلیٰ ۸۷۔۱۴)

بے شک اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو پاک کرلیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور پھر نماز پڑھتا رہا۔

ان آیات اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ پتہ چلا کہ تزکیہ نفس ذکر الٰہی اور نماز سے بھی مقدم اس لیے نفس سراسر گناہ ہے اور نفس کو گناہ کی آلودگیوں سے پاک کرنا مقدم ہے تاکہ جب انسان نفس مزکی (پاک نفس) کے ساتھ نماز ادا کرے اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو تو اسے بے ذوق سجدوں سے نجات مل جائے اور اسے ان عبادات کا حقیقی لطف وسرور حاصل ہو جائے اور اس کی کیفیات واحوال اس قدر بدل جائیں اور سجدے بعد اس کے ریشہ ریشہ سے یہ صدا آئے۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آلباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں

(علامہ اقبالؒ)

اس مقام پہ بندہ حدیث جبرائیل کا مصداق بن جاتا ہے اور وہ اپنے مولیٰ سے ہمکلام ہو جاتا ہے جو بھی نفس کی آلودگیوں سے پاک ہو کر محبوب حقیقی کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو جائے' اللہ سبحانہ اس کے باطن کو اپنے انوار و تجلیات سے منور فرما دیتے ہیں اور اس کی روحانی کیفیتیں اسے مقام حضوری تک لے جاتی ہیں۔

تو جب بندہ نفس کی تمام آلائشوں سے جیسے جھوٹ' دروغ گوئی' ریاکاری' منافقت' کبر و نخوت' غرور تکبر' حسد و کینہ' بغض و عناد' حرص و ہوس ان تمام چیزوں سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ خشوع و خضوع' تذلل و تواضع' نفع بخشی و فیض رسانی' فہم و ذکاء اور جود و سخاء اور محبت الٰہی جیسے فضائل انسان کے قلب و باطن کو منور کر دیں تو ان کو تصوف کا پہلا مقصد حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ تزکیۂ نفس نام ہے اس کیفیت کا جو صحیح معنوں میں بندے کو اللہ کا بندہ بنا دیتی ہے اور پھر انسان کی جبین کسی غیر کی جھکنے کی بجائے صرف خالق حقیقی کی دہلیز پر جھکنے کا درس دیتی ہے اور اس کی طلب تمنا کسی اور در کی طرف نہیں دیکھتی بلکہ صرف اور صرف درِ خدا کی طرف دیکھتی ہے۔

پھر وہ دنیا کی کسی طاقت کے سامنے نہ جھکتا نہ بکتا نہ لرزتا ہے نہ گھبراتا بلکہ اپنی دھن میں لگا رہتا ہے۔ اپنے مالک حقیقی کے سامنے جھکا رہتا ہے۔ دنیا کی تمام طاقتیں اور طوفان سر پٹخ پٹخ کر دم توڑ دیتی ہیں لیکن اس مرد حق پرست کے پائے ثبات میں ذرہ برابر لغزش پیدا نہیں ہوتی۔ کوئی سرشی اور کڑواہٹ اس کے عشق و محبت میں کمی نہیں کر سکتی اور یہ اللہ کا دیوانہ و مستانہ بزبان حال اٹھنے والے تمام طوفانوں اور آفتوں کو مسکرا کر جواب دیتا ہے۔

موج خوں سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے!
آستاں یار سے اٹھ جائیں کیا!

۲-صفائے قلب

تصوف کا دوسرا بنیادی مقصد دل کی طہارت و پاکیزگی ہے جب نفس پاک ہو جاتا ہے تو اس کے اثرات دل پر بھی مرتب لیکن اس کے باوجود دل کی طہارت اور پاکیزگی کے لئے مزید مجاہدہ اور ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے۔

جس طرح اگر کوئی گھر کی کیاری میں پودینہ اگانا چاہے تو اس کے لئے اسے جگر کی گوڈی کرنا اور پھر فالتو اگنے والی جڑی بوٹیوں سے جگہ صاف کرنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ پودینے کے ساتھ اگر فالتو جڑی بوٹیاں اگ آئیں تو پودینہ یا جو چیز آپ نے لگائی وہ کمزور ہوگی حتیٰ کہ جڑی بوٹیاں بڑھ کر اس پر حاوی ہو جائیں گی اور آپ کی لگائی ہوئی چیز کمزور ہو کر دب جائے گی اور آپ کو اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہوں گے۔ بالکل اسی طرح دل کی کیاری میں اگر آپ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا بیج بونا چاہیں تو دل کی کیاری کو گھٹیا داعیات و جذبات کو ختم کرنا ہوگا۔ پھر اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا بیج جڑ پکڑے گا۔ اس کے لئے اپنے اندر سے غرور و تکبر اور انانیت کو ختم کرنا ضروری ہے جب یہ چیزیں انسان کے دل سے ختم ہو جائیں گی تو پھر انسان کے دل میں رقت' نرمی اور رافت پیدا ہوگی جو قلب کی صفائی اور اس کے منور ہونے کا باعث بنتی ہے۔

قلب کی صفائی کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ وزاری اور رونا دھونا گناہوں کی معافی طلب کرنا سچے دل سے اس کی بارگاہ میں معافی کے لئے التجا کرنا جیسا کہ حدیث پاک میں ذکر آیا ہے۔

عن ابی ہریرة قال ان العبد اذا خطا خطبۂ نکتت فی قلبه سوداء فاذا ھو نزع واستغفر وتاب صقل قلبه وان عا زید فیھا حتی تعلو قلبه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: بے شک بندہ جب غلطی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اگر وہ باز آ جائے اور توبہ واستغفار کرے تو اس کے دل کو صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ غلطی کرے تو اس سیاہی میں اضافہ کر دیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس کے دل چھا جاتی ہے۔

اگر دل پاکیزہ مطہر اور منور ہو تو پھر ایسا دل عرش بریں سے بہتر ہے اور ایسا دل اللہ تعالیٰ کی جلوہ گاہ ہوتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے:

لایتعنی ارضتی ولا سمائی ولکن یستعنی قلب عبدی المومن

(تفسیر مظہری ۹:۷۵)

میں زمین و آسمان کی وسعتوں میں نہیں سما سکتا لیکن اپنے بندۂ مومن کے دل میں سما جاتا ہوں۔

جس دل میں اللہ تعالیٰ کے انوار سما جاتے ہیں وہ وہی دل ہوتا ہے جو ہر قسم کے زنگ اور آلودگی سے مصفی اور مزکی ہو جائے اور پاک وصاف دل کے لئے یہ اعزاز کم ہے کہ اس دل میں جلوہ الٰہی کے انوار نور افشاں ہوتے ہیں۔ ایک اور حدیث پاک میں اس طرح آیا ہے۔

لکل شیء صقالۃ وصقالۃ القلوب ذکر اللہ (مشکوٰۃ المصابیح)

ہر چیز کے لئے صیقل ہوتی ہے اور دلوں کا صیقل (صاف کرنیوالی چیز) اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

اس حدیث پاک سے بھی یہ معلوم ہوا کہ دل کی طہارت اور پاکیزگی کے لئے اللہ تعالیٰ کا ذکر ضروری ہے۔ ذکر الٰہی ایک ایسی چیز ہے جو دل سے تمام آلائشوں کو اور آلودگیوں کو ختم کر کے اس کو مصفی اور مزکی بنا دیتا ہے۔ پھر وہ دل اللہ کے ذکر سے اور انوار الٰہی سے چمک اٹھتا ہے۔ پھر یہ فیض یافتہ دل جو اللہ تعالیٰ کے نور سے منور ہوتا ہے دوسرے لوگوں کو اس مجلی اور مصلی دل سے فیض حاصل ہوتا ہے۔

گویا جس طرح لوہے سے زنگ دور کرنے کے لئے اسے رگڑا جاتا ہے تا آنکہ وہ مصفی ہو کر چمکنے لگتا ہے اسی طرح ذکر الٰہی تزکیہ وتصفیہ قلب کا سبب ہے۔ قرآن حکیم بھی صفائے قلب کی تعلیم دیتا ہے اور یہی امر راہ تصوف کا دوسرا مرحلہ ہے۔

ولایت کا معنی ومفہوم

جان لو معرفت تصوف کے طریق کی اساس اور قاعدہ ولایت پر ہے اور اس کو ثابت کرنے کے معاملے میں تمام صوفیاء ومشائخ باہم متفق ہیں۔ تاہم ہر ایک نے ان کو الگ بیان کیا ہے۔ حضرت محمد بن علی الحکم ائمہ ولایت کو مطلق چھوڑنے کے لئے مخصوص ہیں۔ باقی ولایت کی واؤ پر زبر کے ساتھ لغت کے اعتبار سے تصرف کرنے کو کہتے ہیں اور ولایت ک واؤ پر زیر کے ساتھ دولت مندی کے معنی میں مستعمل ہے۔ نیز یہ دونوں فعل ولی کے مصدر ہیں۔ نیز ولایت 'ربوبیت' بادشاہت کے معنی میں بھی آتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ قیامت میں ربوبیت خدائے برحق کے لئے ہے۔ دوسرے معنی میں ولایت محبت کے لئے آتا ہے۔ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ۔ وہ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

ولایت کی تشریح

لفظ ولی لوگوں کے درمیان مستعمل ہے اور کتاب وسنت بھی اس پر ناطق ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو نہ کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

نَحْنُ اَوْلِيَآؤُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (البقرہ)

دنیا اور آخرت میں ہم ہی تمہارے ولی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

ان من عباداللہ لعباد یخطبھم لانبیاء والشھداء قیل من ھم یارسول اللہ حلھم کنا لعلنا نحبھم قال قوم تحابوا بروح اللہ غیر اموال ولا اکتساب وجوھھم نور علی منابرِ من نور لایخافون اذا خاف الناس ولا یحزنون اذا حزن الناس ثم تلا آلا ان اولیاء اللہ

بے شک اللہ کے بندوں میں سے بعض بندے ایسے ہیں جن پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے۔ صحابہ نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں ان کے اوصاف بتائیں تا کہ ہم ان کے ساتھ محبت کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ بغیر دینوی منفعت کے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ قیامت کے دن ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے۔ انہیں کوئی خوف لاحق نہ ہوگا جب دوسرے لوگ خوفزدہ ہوں گے انہیں کوئی غم نہیں ہوگا۔ جب دوسرے لوگ غمگین ہوں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔ خبردار اللہ کے دوستوں کو کوئی غم اور خوف نہ ہوگا۔ (کشف المحجوب، ص ۳۱۹-۳۲۹)

-ولی اللہ اور ولی العبد

لفظ ولی کی دو صورتوں کی وضاحت

۱- ولی اللہ۔ جبکہ لفظ ولی کا مضاف الیہ اللہ ہو۔

۲-ولی العبد جب لفظ ولی کا مضاف الیہ عبد ہو (یعنی بندہ)

۲-ولی العبد

اللہ رب العزت بندے کا ولی ہے اور ولی العبد کے معنی میں یہ ظاہر ہوا کہ بندے نے اپنے تمام ارادے اپنی مرضی اور اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیئے۔ اب اللہ تعالیٰ بندے کا ولی ہو گیا۔ اس لئے کہ بندے اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کو تفویض کر دیئے اور اعلان کر دیا۔

وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ (غافر ۴۰-۴۴)

میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔

چونکہ ولی کے معنی کے اعتبار سے اللہ بندے کا بادشاہ اور حکمران ہوا اور بندے نے اپنے تمام کام اپنا مرنا' جینا' اٹھنا' سونا اپنی مرضی اپنا اختیار وارادہ سب کچھ اپنے مالک کے سپرد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے قبول کر کے فرمایا چونکہ اس نے سب کچھ میرے سپرد کر دیا ہے اسلئے اس کے تمام معاملات میں خود نبھاؤں گا۔ کیونکہ وہ اس بات کا مصداق ہوتا ہے۔

من کان للہ کان اللہ لہ

جو اللہ کے لئے ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔

۳-ولی اللہ

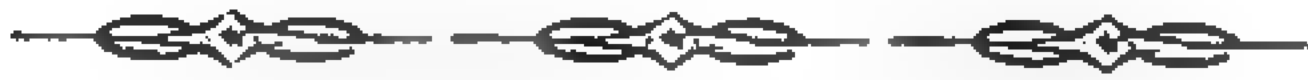
جب بندہ اپنے تمام احوال اللہ کے سپرد کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب نوافل ادا کر کے حاصل کر لیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے چونکہ اس بندے نے تمام معاملات میرے سپرد کر دیئے اور میری بندگی کر کے میرا قرب حاصل کر لیا۔ اب میں اپنے تصرفات بندے کے سپرد کر دیتا ہوں میں سننے کے لئے اس کے کان بن جاتا ہوں' میں اس کے پاؤں بن جاتا ہو وہ میرے ساتھ چلتا ہے۔ میں اس کی نگاہیں بن جاتا ہوں وہ میرے ساتھ دیکھتا ہے میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے۔ (بخاری شریف)

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے بندے! جو تیرا فیصلہ ہو گا وہ میرا فیصلہ ہو گا۔ جو تیرا کہنا

ہوگا وہ میرا کہنا ہوگا۔ جو تیرے ساتھ عداوت رکھے گا وہ میرا دشمن ہوگا اور میرا اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے کیونکہ اس کا معاملہ اس کا معاملہ نہیں بلکہ وہ میرا معاملہ ہے اس سے محبت کرو گے تو مجھ سے محبت ہوگی اس سے دشمنی کرو گے تو مجھ سے دشمنی ہوگی اس لئے وہ میرا بندہ بن گیا اور اپنے معاملات میرے سپرد کردیئے اب میں اس کا ولی اور دوست ہو گیا ہوں۔

حضرت اویس قرنی اور مقام ولایت

ایک شخص حضرت اویس قرنی کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو اس نے عجیب معاملہ دیکھا کہ حضرت اویس قرنی نماز پڑھ رہے ہیں اور ایک بھیڑیا بکریوں کی حفاظت کر رہا ہے۔ نماز سے فراغت کے بعد اس نے معاملہ پوچھا تو حضرت اویس قرنی نے فرمایا: سیدھی سی بات ہے میں رب کے کام میں لگ گیا تو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو میرے کام پہ لگا دیا تو پتہ چلا کہ ولی وہ ہوتا ہے جس نے اپنے معاملات اللہ کے سپرد کردیئے ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے معمالات اپنے ولی کے سپرد کردیتا ہے۔



پانچواں باب

شریعت اور طریقت کا باہمی تعلق کل اور جزو کے تعلق کی مانند ہے۔
شریعت حقیقت میں کل کا درجہ رکھتی ہے اور طریقت اس کا ایک جذو ہے۔
شریعت بنیادی طور پر تین علوم کا مجموعہ ہے۔

۱۔علم الکلام یا علم العقائد

یہ علم انسانی عقائد و نظریات سے بحث کرتا ہے۔ ایمان کے تمام علمی تقاضوں کی تفصیل مہیا کرتا ہے اور باطل خیالات اور تصورات کی تردید کرتا ہے۔ یہ شعبہ دین کی اصل ہے اور یہی شعبہ جب ایک باقاعدہ صورت میں آگے بڑھتا ہے اسلامی عقائد کو مختلف فکری و نظریاتی عوارض سے محفوظ رکھتا ہی اور اس سے ٹکرانے والے ہر نظریے کا اعلان کرتا ہے تو یہ ایک باقاعدہ فن یعنی علم الکلام یا علم العقائد کہلاتا ہے۔

۲۔علم الاحکام

یہ علم انسان کی عملی زندگی سے بحث کرتا ہے جس سے اسے علم ہوتا ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کن کاموں کی اجازت فرمائی ہے اور کن کاموں سے منع فرمایا ہے۔ یہ علم طلب' اباحت اور وضع پر مبنی شرعی احکام بیان کرتا ہے۔ یہی علم فقہ کا موضوع ہے اور اس کا کام مکلف افراد کی ظاہری زندگی کی اصلاح ہے۔

۳۔علم الاخلاص

یہ علم انسان کے نفس اور اس کے قلب و باطن کے تزکیہ اور تطہیر سے بحث کرتا ہے۔
انسانی عمل کی باطنی اصلاح حسن نیت اور کمال اخلاص کے طریقے اور ضابطے کی تفصیل مہیا کرتا ہے اور حدیث جبرائیل میں جو کہ بخاری شریف موجود ہے اس میں درجۂ احسان

کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ علم اس درجہ احسان پر فائز کرنے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ اسی سے ایمانی معارف اور روحانی لطائف کا دروازہ کھلتا ہے۔ یہی علم تصوف اور علم طریقت کا موضوع ہے۔ شریعت کا لفظ چونکہ اسلام کے پورے نظام و عمل کو محیط ہے اس لیے طریقت شریعت کا ایک اہم رکن ہے۔ شریعت اور طریقت کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ بعض لوگ طریقت اور تصوف کے عنوان اور اصطلاح کے جدید ہونے کے باعث غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ عنوان اور اصطلاح تو فقط کسی مضمون میں ذکر کیے گئے مندرجات کی نشاندہی کے لئے ہوتی ہے۔ وہ مقصود بالذات نہیں ہوتی اصل مقصود تو نفس مضمون ہوتا ہے۔ وہ قرآن وسنت پر مبنی ہونا چاہئے کسی اصطلاح کے قدیم یا جدید ہونے سے نفس مضمون پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ قرآن وحدیث سے ماخوذ مروجہ اور متداولہ علوم ان کی ہزاروں فنی اصلاحات جو آج دینی فنون کے طور پر پڑھائی جاتی ہیں سب کی سب بعد میں وضع کی گئی ہیں۔ عہد رسالت یا عہد صحابہ میں موجود نہیں تھیں لیکن نفس مضمون جس کو سمجھنے کے لئے وضع کی گئیں فی الحقیقت وہی ہے جو مقصود بالذات ہے (یعنی قرآن و سنت) اس لئے ان اصطلاحات کی قبولیت مشروعیت یا افادیت کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ یہی معاملہ باقاعدہ طریقت اور تصوف کی اصطلاحات کا ہے کیونکہ ان کا نفس مضمون بھی قرآن وسنت پر مبنی ہے (جو ہم نے پچھلے صفحات میں ذکر کر دیا ہے) ان کا مقصود و مطلوب بھی قرآن وسنت سے ماخوذ ہے اس لئے شریعت میں ان کی ضرورت و اہمیت پر زور دیا جاتا ہے۔

علوم اللسان اور علوم الایمان

شیخ شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب عوارف المعارف میں علم کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علوم الاسلام علوم اللسان ہیں اور علوم الایمان علوم القلوب ہیں۔ علوم الاسلام اور علوم اللسان (زبان) کو وہ علمائے کا علم قرار دیتے ہیں جو صرف بحث ونظر اور ستدلال سے درجہ یقین کو پہنچے ہیں جبکہ علم الایمان اور علم القلب کو

صوفیاء کا علم قرار دیتے ہیں جو حق الیقین کے درجے پر فائز ہیں اور اس کی مثال ایسے ہے کہ علماء کا علم دودھ کی طرح ہے جسے ہم یقین وایمان سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اصل وحی ہے اور صوفیاء کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقامات مشاہدہ سے ہے اور یہ عین الیقین اور حق الیقین ہے اور اس کی مثال مکھن کی ہے جو دودھ سے حاصل کیا گیا۔ صوفیاء کا علم مشاہدات کی بنا پر علم یقین کے مرتبہ سے بڑھ کر عین الیقین اور حق الیقین کی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو علم الیقین سے مراتب بلند ہے۔ (عوارف المعارف، ص ۱۸۵)

انسان کی مادی اور روحانی محنت کا ثمر

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر شے کو انسانوں کے لئے مسخر کر دیا ہے اور اس کا تذکرہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر کیا گیا ہے۔ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ (ابراہیم ۳۳) اور ہم نے سورج اور چاند تمہارے لئے مسخر کر دیئے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ (الحج ۶۵) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ زمین میں جو کچھ ہے اللہ نے تمہارے لیے مسخر کر دیا۔ اسی طرح بارش بادل ہوائیں سرسبز کھیت مہکتے باغ، ہرے بھرے درخت، لذیز پھل، رنگ برنگے پھول مختلف میوے، جانور پرندے، فلک بوس پہاڑ، خوبصورت آبشاریں، کانیں، معدنیات، ذخائر، زمین کے خزانے میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے مسخر کر دیا ہے۔

ب انسان نے اس مادی کائنات کو حاصل کرنے کے لئے علم حاصل کیا اور اس مادیت پر محنت کی تو اس مادی محنت کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان نے زمین کا قلب وجگر چاک کیا۔ کنویں بنائے، راستے بنائے، معدنیات کے ذخائر اراضی خزائن و دخائن کے راز افشا کئے۔ انسان جب اس مادی دنیا پر محنت کی تو سمندروں کے جگر چیر ڈالے۔ کبھی لاکھوں من وزنی جہاز ان کی تہہ پر چلائے اور کبھی ان کا روپ بدل کر انہیں ہواؤں بلکہ خلاؤں میں محو پرواز کر دیا۔ کبھی اس نے سورج کی بکھری ہوئی تمازت کو شیشوں میں گرفتار کر لیا اور کبھی پانی کو پانی سے ٹکرا کر بجلی تخلیق کر دی۔ جب چاہا تو اسے تانبے کی تار میں محبوس کر دیا

گویا خشکی وتری اور عالم پست وبالا کی ساری کائنات انسان ہی کے اشارۂ چشم وابرو کے تابع دکھائی دیتی ہے۔ کائنات کی یہ آفاقی تابعیت تو محض مادی انسان کے لئے ہے جس نے مادیت پر محنت کی اور مادی علوم حاصل کیے اسے یہ سب کچھ حاصل ہوگیا۔

تو جب انسان روحانیت پر محنت کرتا ہے تزکیہ نفس کرتا ہے۔ قلب وروح کو طاقتور بناتا ہے تو وہ ایک روحانی انسان بن جاتا ہے۔ پھر کائنات کی دیدہ ونادیدہ طاقتوں کو اپنے زیردست کرلیتا ہے۔ ایک روحانی انسان جب اپنی روحانی قوت کو طاقتور کرتا ہے تو اس کا تصرف مادی انسان سے ہزار ہا گنا بڑھ جاتا ہے کیونکہ اس کی قوتوں کا سرچشمہ مادی جسم نہیں بلکہ روح ہے۔ جسم کو عالم خلق سے نسبت ہے اور روحکو عالم امر سے نسبت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک روحانی انسان سے کرامت کا ظہور ہوتا ہے اور روحانی انسان (عمر فاروق) مدینہ میں ممبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یاساریہ الجبل کی آواز بلند کرتا ہے تو بغیر سپیکر اور ٹیلیفون کے عراق میں نہاوند کی پہاڑیاں اس آواز سے گونج اٹھتی ہیں۔

جب روحانی انسان (حضرت ابراہیم) وادیٔ مکہ میں کھڑے ہوکر اعلان حج کی ندا دیتا ہے تو عالم انسانیت کا گوشہ گوشہ بلکہ ماؤں کے رحموں میں بچے آپ کی آواز کو سن لیتے ہیں۔ یہی روحانی انسان (آصف بن برخیا) توجہ کرتا ہے تو بغیر جہازوں کے تکت سلیمانی فضاؤں اور خلاؤں میں پرواز کرنے لگتا ہے۔ یہی روحانی انسان زمین پر چلتا ہے تو اس کے قدموں کی آہٹ سے جنت کی فضائیں شب معراج گونج اٹھتی ہیں۔ یہی روحانی انسان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عازم سفر ہوتا ہے تو چشم زدن میں مکان اور لامکاں کی سیر کرکے واپس آجاتا ہے۔ یہی روحانی انسان چاند کو دولخت اور ڈوبے ہوئے سورج کو واپس پلٹا دیتا ہے۔ الغرض کائنات کی وسعتیں اس کے سامنے رائی کے دانے سے بھی کم وسعت رکھتی ہیں اور یہ سب کچھ مادیت کو چھوڑ کر روحانیت پر محنت کرنے اور روحانی طاقتوں کو اجاگر کرنے سے حاصل ہوتا ہے پھر روحانی انسان سے کرامتیں اور معجزے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

جدید علم کلام اور کرامت

کرامت کو سمجھنے کے لئے ہم مقناطیس کی مثال لیتے ہیں۔ مقناطیس بنانے کا ایک خاص طریقہ ہے کہ لوہے کی سلاخ سے برقی روگزاری جاتی ہے اور اس سے اس کی ساری برقی مزاحمت Electrical Resistance ختم کردی جاتی ہے۔ صوفیاء کی زبان میں اسے تزکیہ کہتے ہیں جس طرح قرآن مجید میں آیا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (الاعلیٰ ۱۴)

بے شک وہ کامیاب ہوگیا جو نفس کی آلائشوں اور آلودگیوں سے پاک ہوا

ایم۔ آر۔ آئی

جب برقی مزاحمتوں کو ختم کر کے لوہے کی سلاخ سے برقی روزگزاری جاتی ہے تو وہ مقناطیس Magnet بن جاتا ہے۔ پھر اس کو Magnet یعنی مقناطیس کو ایک خاص پروسیس سے گزارا جاتا ہے تو وہ Electro Conducting magnet بن جاتا ہے پھر اس کو ایک اور پروسیس سے گزار کر M.R.I مشین بنادیا جاتا ہے۔ M.R.I ایک Magnet سے بنی ہوتی ہے جب اس مشین کو مریض کے سامنے رکھا جاتا ہے تو اس کے جسم کی تمام چیزوں سے پردے اٹھ جاتے ہیں اور اس سے وہ کچھ نظر آنے لگتا ہے جو بظاہر ہر انسان نہیں دیکھ سکتا۔ بالکل اسی طرح جو لوگ تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کی راہ اختیار کرتے ہیں ان پر سے بصورت کشف پردے اٹھا دیئے جاتے ہیں۔ وہ کشف سے توجہ کرتے ہیں تو بزور با میل تک ان کی نگاہ کام کرتی ہے جس طرح عام آنکھ بغیر M.R.I کے جسم کے اندر کچھ نہیں دیکھ سکتی اور M.R.I سے بدن کے اندر کے سارے حالات سامنے آجاتے ہیں ایسے ہی عام آدمی جو وہ نہیں دیکھ سکتا وہ ایک روحانی انسان جس نے تزکیہ نفس کرلیا وہ چیزیں جو مغیبات میں سے ہیں ان کو دیکھ لیتا ہے۔

تزکیہ وریاضت سے حیات بخشی تک

اس مسئلے کو سمجھنے کے لئے ہم ایک اور مثال لیتے ہیں۔ مقناطیسی Magnet کو ایک خاص پروسیس کے ذریعے اس قابل بنا دیا جاتا ہے کہ ان سے بجلی پیدا ہونے لگتی ہے جو حرارت اور روشنی پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے اور جب یہ بجلی حرکی توانائی (Mechanical Energy) میں منتقل ہوتی ہے تو چیزوں کی حالت بدلنے لگتی ہے اور مردہ جسم حرکت کرنے لگتے ہیں۔

اس کی سادہ سی مثال پلاسٹک کی گڑیا ہے جس کو بیٹری سے چارج کیا جائے یا اس میں سیل ڈالا جائے (جو مقناطیس کے ذریعے بنتا ہے) تو وہ متحرک ہو جاتی ہے اور مختلف آوازیں بھی نکالتی ہے تو یوں مادی کائنات میں بیٹری سیل کا نظام مردہ اجسام کو زندگی اور حرکت دیتا ہے اسی طرح روحانی دنیا میں اولیائے کرام کی روحانیت اپنے تکمیلی پروسیس سے گزرتی ہے تو جس مردہ دل پر ان کی نظر پڑتی ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے وہ مردہ لوگ صحبت اولیاء سے فیض پا کر زندہ ہو جاتے ہیں۔ (شان اولیاء از ڈاکٹر طاہر القادری)

الٹراساؤنڈ

آواز کی لہروں سے زیادہ تیز لہروں سے جسم کی اشیاء ظاہر ہو جاتی ہیں' اسی طرح اللہ ہو کے ذکر سے جب اس میں گمان پیدا ہوتا ہے تو انسان وہ دیکھ لیتا ہے جو دوسرے نہیں دیکھ سکتا۔

قرآن مجید سے ثبوت

اس بات کا ثبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کے حوالے سے ملتا ہے جس میں ایک مقام پہ مردہ مچھلی جو حضرت موسیٰ کے ناشتہ دان میں تھی زندہ ہو کر دریا میں کود جاتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ

سَرَبًا○ (الکہف:۶۱)

سو جب وہ دونوں دو دریاؤں کے سنگم کی جگہ پر پہنچے تو وہ دونوں اپنی مچھلی وہاں بھول گئے۔ پس وہ (تلی ہوئی) مچھلی دریا میں زندہ ہو کر سرنگ کی طرح راستہ بناتے ہوئے نکل گئی۔

یوں اولیاء اللہ کا وجود مسعود حیات بخشی کا مظہر ہوتا ہے اور وہ مردوں میں زندگیاں بانٹنے پر مامور ہوتے ہیں۔

کرامات کا اثبات

کرامات اولیاء کتاب وسنت صحابہ کرام اور تابعین کے آثار سے ثابت ہیں اور اہل سنت والجماعت کے جمہور علماء نے ان کو تسلیم کیا ہے خواہ ان کا تعلق فقہاء سے ہو یا محدثین سے اصولیین سے ہو یا مشائخ سے۔ اگرچہ ان کی تفصیل اخبار احاد کے ضمن میں آتی ہے اور ان کا انکار صرف اہل بدعت نے کیا ہے جن کا ذات باری تعالیٰ پر ایمان کمزور ہے۔

کتاب اللہ سے اس کی دلیل

اصحاب کہف کا ۳۰۹ سال تک غار میں حالت نیند میں آفات ومصائب سے محفوظ رہنا اللہ تعالیٰ کا سورج کی گرمی سے ان کی حفاظت فرمانا تھا۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ (کہف:۱۷)

اور تو دیکھے گا سورج جب ابھرتا ہے تو ہٹ کر گزرتا ہے ان کے غار سے دائیں جانب اور جب وہ ڈوبتا ہے تو بائیں طرف کترا تا ہے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو سلامت رکھا جو کہ اللہ کے ولی اور برگزیدہ تھے جن کا ذکر تفصیل کے ساتھ سورہ کہف میں کیا گیا ہے۔

اولیاء اللہ کا کتا بھی سلامت رہا

اصحاب کہف کے ساتھ ان کا ایک کتا بھی مقا تین سونو ۳۰۹ سال تک ان کا کتا غار

کے دہانے پر پاؤں پھیلائے ان کی حفاظت پر مامور رہا۔ جس کا ذکر اس طرح آیا ہے:

وَ کَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ ط (کہف ۱۸)

اور ان کا کتا چوکھٹ پر اپنے دونوں پاؤں پھیلائے (بیٹھا) ہے۔

تو ان آیات کریمہ سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کے ساتھ رہنے والا اگر کتا بھی ہو تو وہ بھی سلامت رہتا ہے اور فیض سے محروم نہیں ہوتا۔

۲- حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے جب کھجور کے خشک تنے کو ہلایا تو سرسبز ہو گیا اس سے تازہ کھجوریں گریں حالانکہ وہ کھجوروں کا موسم نہیں تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ هُزِّیْٓ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا ○ (مریم ۲۵)

اور ہلاؤ اپنی طرف کھجور کے تنے کو گرنے لگیں گی تم پر پکی ہوئی کھجوریں

حضرت مریم اللہ تعالیٰ کی نیک اور برگزیدہ بندی تھی جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نظام کو بدل کر اس کے لئے موسم کے علاوہ اسے تازہ پھل عطا کیے تھے۔ سورۃ مریم میں اس کا ثبوت موجود ہے۔

۳- حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا کا قصہ بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ط (نمل: ۴۰)

عرض کی اس نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا۔ میں لے آتا ہوں اسے آپ کے پاس اس سے پہلے کہ آپ آنکھ جھپکیں۔

تو آصف بن برخیا نے ملکۂ بلقیس کا تخت آنکھ جھپکنے سے پہلے حضرت سلیمان کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ قرآن مجید سے اس کا ثبوت ہے۔

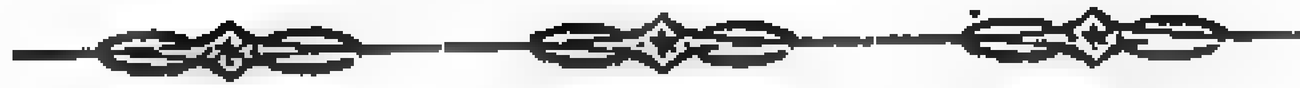
حدیث سے دلیل

۱- بخاری و مسلم میں جریج عابد کا قصہ موجود ہے جس پر تہمت لگی اور بچے نے بول

کر اس کے بری ہونے کا اعلان کیا۔

۲-ان تین افراد کا مقصد بھی موجود ہے جو بارش سے ڈر کر غار میں داخل ہوئے تو غار کا منہ بند ہو گیا اور پھر ان کی نیک اعمال کے تصدق سے کی گئی دعاؤں سے غار کا منہ کشادہ ہو گیا۔

۳-اس گناہگار اور سو آدمیوں کے قاتل کا تذکرہ بھی بخاری شریف میں موجود ہے، جس کو اللہ کے ولیوں کی طرف جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرما دیا تھا۔



چھٹا باب

شطحیات

بعض اوقات صوفی سے خلاف شرع کام سرزد ہو جاتے ہیں۔ ان کو شطحیات کہا جاتا ہے اور یہ شطح کی جمع ہے۔ اس تفصیل میں ہم بیان کریں گے یہ کیسے ہو سکتا ہے اور شرع میں اس کی کیا حیثیت ہے۔

صاحب عوارف المعارف نے اپنے مرشد شیخ ابوالنجیب اسہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ابنائے آدم پر شیطان اور فرشتے دونوں اثر انداز ہوتے ہیں۔ شیطان اس کے اندر برائی ڈالتا ہے اور حق کی تکذیب کراتا ہے اور فرشتہ بھلائی کا وعدہ کراتا ہے اور حق کی تصدیق کراتا ہے۔ پس اگر انسان کو بھلائی ملے تو وہ سمجھ لے کہ من جانب اللہ اور وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اگر شیطانیت اس پر اثر انداز ہو تو اللہ تعالیٰ کے حضور شیطان سے پناہ مانگے''۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی:

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ

شیطان تم سے فقر کا وعدہ کرتا ہے اور بدکاری کا حکم دیتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان اچھے برے اثرات کو معلوم کرنے کی وہی انسان کوشش کرتا

ہے اور ان وسوسوں خطرات وہی آدمی تمیز کرتا ہے جو طالب صادق ہے اور اس کو اس معرفت کی ایسی ہی طلب ہو جیسے ایک پیاسا پانی کا طلبگار ہوتا ہے۔ ایسا شخص ان خطرات اور وسوسوں اور فلاح واصلاح کو اچھی طرح جانتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان وسوسوں اور اندرونی خطرات کو وہی لوگ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو مقربین بارگاہ الٰہی اور ارباب یقین کے راستے پر گامزن ہوتے ہیں۔

کسر نفسی/ ملامت

بعض اوقات صوفیاء میں کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو بظاہر ہر شریعت کے امور کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ انکا یہ عمل کسر نفسی کے لئے ہوتا ہے تاکہ مخلوق کی توجہ ان سے ہٹ جائے اور وہ یکسوئی کے ساتھ اپنے مولا کی یاد میں محو رہیں۔ اس کی مثال حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے کہ ایک دفعہ آپ سفر حجاز سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ ایک شہر سے گزر ہوا تو شہر میں شور ہوا کہ بایزید بسطامی تشریف لاتے ہیں۔ شہر کے تمام لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ کو عزت وتکریم کے ساتھ شہر میں لائیں۔ آپ نے دیکھا کہ شہر کے لوگ ان کے پاس حاضر ہو گئے ہیں اور ان کا دل ان کی رعایت میں مشغول ہو گیا ہے اور توجہ حق تعالیٰ سے ہٹ گئی اور آپ پریشان ہو گئے۔ جب آپ بازار میں پہنچے تو اپنی آستین سے روٹی نکالی اور کھانے لگے چونکہ رمضان کا مہینہ تھا اس لئے لوگ آپ سے ہٹ گئے اور آپ کو تنہا چھوڑ دیا۔ حالانکہ آپ مسافر تھے اور حالت سفر میں روزہ چھوڑنے کی رخصت شریعت نے دے رکھی۔ تو بظاہر آپ نے شریعت کو چھوڑ کر لوگوں سے چھٹکارا حاصل کر لیا اور توجہ حق تعالیٰ کی طرف مرکوز کر لی۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ ایسی حالت میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا جو بظاہر خلاف عادت ہو اور لوگ اس سے نفرت کریں۔

سکر وصحو

سکر روحانی حال کے غلبہ کا نام ہے اور تہذیب اقوال اور ترتیب افعال کی جانب سکر سے واپس آ جانے کا نام صحو ہے۔

شیخ خفیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سکر دل کا ایسا جوش وخروش ہوتا ہے جو ذکر محبوب کے معارضات کے موضع پہ پیدا ہوتا ہے (جب محبوب حقیقی کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس ذکر سے دل میں جو جوش وخروش پیدا ہوتا ہے وہ سکر ہے۔

السکر غلبان القلب عند معارضات ذکر المحبوب

شیخ واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وجد کے مقامات چار ہیں۔

۱-ذمول ۲-حیرت ۳-سکر ۴-صحو

ان مقامات اور مراتب کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سمندر کا حال سنے۔ پھر وہ سمندر کے قریب جائے پھر وہ سمندر میں داخل ہو جائے۔ اس کے بعد وہ سمندر کی لہروں میں گھر جائے۔ اس تمثیل کے مطابق جس کسی میں حال کا کچھ اثر باقی رہتا ہے اس پر سکر کا اثر باقی رہتا ہے اور جسکی ہر چیز اپنے مقام پر لوٹ آئے اس وقت ''حالت'' صحو کی ہوتی ہے۔

پس سکر ہر ایک کے لئے نہیں صرف ارباب قلوب کے لئے ہے اور صحو ان کو نصیب ہوتا ہے جن پر دینی حقائق کا انکشاف ہوتا ہے۔

محو واثبات

نفس کے اوصاف کو دور کر دینا محو ہے اور جب اہل صحبت کے لئے جام گردش میں لائے جائیں تو یہ اثبات ہے تو محویت ایک مقام ہے جہاں پر بندہ اپنی ذات کو بھول جاتا ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے اوصاف سابقہ کو محو کر کے از سر نو اس کی ذات کو استقرار عطا فرماتا ہے۔ شیخ ابن عطا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ

ان کے اوصاف کو مٹاتا ہے یہ محو ہے اور اگلے اوصاف کو برقرار رکھتا ہے یہ اثبات ہے۔ تو یہ ایسی صورتیں ہیں جن میں سالک اپنی ذات سے بیگانہ ہو جاتا ہے اور اسے اپنے احوال پر قابو نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں اگر صوفی اور سالک سے کوئی ایسی بات سرزد ہو جائے جو بظاہر شریعت کے مخالف ہو تو اس پر پکڑ نہیں ہوتی اس لیے کہ وہ جذب کی کیفیت میں ہوتا ہے۔

ایسے ہی اقوال میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیفیت کا تذکرہ حدیث پاک میں آیا ہے بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ بعض اوقات آذان ہوتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ متغیر ہو جاتا اور وہ ہمارے درمیان ہوتے اور ہمیں نہ پہچانتے۔

اسی طرح ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور اپنے مولا کی یاد میں محو ہو گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے گئی تو آپ نے میرے قدموں کی آواز سن کر پوچھا: من انت (تو کون ہے) میں نے عرض کیا: انا عائشه یارسول الله۔ میں عائشہ ہوں اے اللہ کے رسول۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من عائشه' کون عائشہ۔ میں نے عرض کیا: بنت ابی بکر' ابوبکر کی بیٹی' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: من ابو بکر۔ ابوبکر کون۔ میں نے عرض کیا: ابن ابی قحافه' ابوقحافہ کا بیٹا۔ حضور نے پھر پوچھا: من ابو قحافه۔ کون ابوقحافہ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں ڈر گئی اور خاموش ہو گئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسی محویت کی کیفیت طاری تھی کہ اپنی بیوی جس سے سب سے زیادہ پیار کرتے تھے اور اپنے پیار کو نہیں پہچانا تو یہ محویت کی کیفیت تھی جس نے آقائے دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا و مافیہا سے بیگانہ کر دیا اور اپنے مولا کی محبت اور یاد میں محو ہو گئے۔

عقیدہ حلول رکھنے والے

کچھ لوگ ایسے ہیں جو حلول کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان میں حلول کرتا ہے

اور یہ حلول ہر ایک جسم میں نہیں ہوتا بلکہ وہ جن جسموں کو پسند کر لیتا ہے ان میں حلول کرتا ہے اور یہ عقیدہ عسائیوں کے مدہوت وناسوت کے نظریہ سے ماخوذ ہے (بعض صوفیاء ایسے ہیں جو خوبصورت چیزوں پر نظر کرنا مباح سمجھتے ہیں) اس سلسلہ میں کچھ اشارے ان کو بعض صوفیاء کے ان کلمات سے ملے ہیں جو ان کی زبان سے غلبہ کی صورت میں نکل گئے ہیں جیسے منصور حلاج کا اناالحق کہا۔ جس طرح بایزید بسطامی نے قول سبحانی سے ظاہر ہوتا ہے۔ خدا نہ کرے ہمارا عقیدہ ہو کہ ابویزید کی زبان سے سبحانی اعظم شانی۔

ایسے کلمات اپنی ذات کے بارے میں نکلے ہوں بلکہ بات یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہوگا ایسا ہی حلاج کے بارے میں قیاس کرنا چاہئے کہ انہوں نے بھی بطور قول یہ بات کہی ہوگی۔ (عوارف المعارف ۲۲۸)

اللہ تعالیٰ حلول سے پاک ہے اگر ہمیں یقین کی حد تک اس بات کا علم ہو کہ منصور نے یہ بات کہی اور از روئے حلول کہی ہوتی تو ہم اس کو بھی رد کر دیتے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے قطعی طور پر گمراہ ہیں۔ (عوارف المعارف)

ملامتیوں کا گروہ

یہ ایسے لوگ ہیں جو اپنے احوال چھپانے کے لئے بعض اوقات شریعت کیخلاف کام کر جاتے ہیں۔ اس میں یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ملامت کے لئے ایسا کیا تاکہ لوگ ان سے نفرت کا اظہار کریں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے لوگوں کو منافق اور ریاکار قرار دیا ہے۔

جبکہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ یہ لوگ چونکہ اخلاص کے ساتھ ایسا کرتے ہیں اس لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ ایسے لوگ شریعت کے خلاف کام نہیں کر سکتے۔

گروہِ جبریہ

یہ لوگ بزعم خود یہ سمجھتے ہیں کہ وہ توحید کے ذخائر سمندروں میں غرق ہیں لیکن اس

حالت میں ان کو ثبات و قرار نہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ان کا نفس صدور فعل پر بالارادہ قادر نہیں بلکہ وہ مجبور محض ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عقل و ارادہ کے مقابلے میں انہیں کوئی اختیار نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نفسانی افعال اور گناہوں کے صدور میں وہ خود کو بے بس سمجھ کر ڈھیلا چھوڑ دیتے ہیں (معاصی ان سے سرزد ہوتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے جو حدود قائم کئے ہیں ان سے آگے نکل جاتے ہیں اور اس مقام پر وہ شرعی احکام اور حلال کی پابندی ترک کر دیتے ہیں۔

شریعت کی پابندی ہر حال میں ضروری ہے

شیخ ابوالنجیب سہروردی نے اپنے شیوخ سے حضرت جنید کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ ایک شخص کی معرفت کا تذکرہ کر رہے تھے تو اس شخص نے کہا کہ اہل تقویٰ اور عارف باللہ زہد و تقویٰ کو ترک کر کے اللہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت جنید نے فرمایا کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ نیک اعمال بجالانے کی پابندی سے آزاد نہیں اور میرے نزدیک یہ ایک بڑی بلا ہے جو شخص چوری زنا کرے وہ ایسے شخص سے بہتر ہے جو یہ کہتا ہے کیونکہ نیک اعمال اور شریعت کی پابندی سے کوئی بھی آزاد نہیں۔

وحدۃ الوجود

ہمہ اوست

یعنی ہر طرف اللہ تعالیٰ نظر آئے تو یہ وحدۃ الوجود ہے۔

وحدۃ الشہود

ہمہ از اوست

یعنی ہر طرف اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آنا مراد ہے اس حوالہ سے دو گروہ ہیں۔

پہلا گروہ

یہ وحدۃ الوجود سے یہ مراد لیتے ہیں کہ حق تعالیٰ اور مخلوق متحد ہیں۔ ذات باری

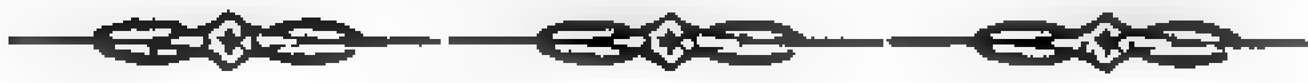
تعالیٰ کے علاوہ کوئی وجود نہیں۔ ہر چیز وہی ہے اور تمام اشیاء کا عین وہی ہے ہر چیز میں کوئی نہ کوئی نشانی ہے جو دلالت کرتی ہے کہ وہی اس کا عین ہے۔

یہ قول صریح کفر اور زندیقی ہے اور یہود و نصاریٰ اور بتوں کے پجاریوں کے عقائد سے بھی زیادہ گمراہ کن عقیدہ ہے۔

صوفیاء کرام نے اس باطل عقیدہ کے قائلین کی سخت مذمت کی ہے اور ان کی تکفیر کی ہے اور ان لوگوں کی مجلس میں بیٹھنے سے منع کیا ہے۔

دوسرا گروہ

انہوں نے پہلے گروہ کے عقیدہ کو باطل قرار دیا اور کہا کہ یہ عقیدہ کہ خالق عین مخلوق رکھنا صریح کفر ہے اور انہوں نے وحدۃ الوجود سے یہ مراد لیا۔



سلاسل کی نسبت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیوں؟

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی جس طرح کمالات رسالت و نبوت کی حامل تھی، اسی طرح کمالات ولایت کی بھی حامل تھی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوارِ نبوت و انوارِ ولایت جذب فرما کر اپنے دلوں کو صیقل کر کے حضور سے انہوں نے ''اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْم'' ...... میرے صحابہ نجوم ہدایت ہیں، کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔

مگر انوار کے جذب میں جن دو ہستیوں کو امتیازی حیثیت حاصل ہوئی، وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے ظروف ونصیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالاتِ نبوت سے وافر حصہ ملا، اس کی اہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

مَا صَبَّ اللّٰهُ فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا صَبَبْتُ فِیْ صَدْرِ اَبُوْ بَکْرٍ ۔

''اللہ تعالیٰ نے جو نور میرے سینہ میں بہایا وہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینہ میں بہا دیا''۔

شق صدر نبوی کے وقت الفاظ حدیث ہیں: ''اَدْخَلَ الرَّاْفَةَ وَالرَّحْمَةَ''۔

حضور کے سینۂ اقدس میں سینہ چیر کر رحمت وشفقت بھر دی۔ (الوفا)

قرآن حکیم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت عالم بتاتا ہے، اسی طرح

"بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفُ الرَّحِيْم" کہ آپ بہت شفیق ورحیم ہیں۔

آپ کے سینہ کی رحمت وشفقت جو رسالت ونبوت کے انوار کی حامل ہے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینہ میں ڈال دی، اب اس حدیث کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ حدیث بھی ملا دیں کہ

اَرْحَمُ بِاُمَّتِیْ اَبُوْ بَکْرٍ ۔

"میری اُمت کے رحیم ترین اُمتی ابوبکر ہیں"۔

تو معاملہ صاف ہو جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالاتِ رسالت ونبوت کے انوار کا مخصوص حصہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کے سینے میں ہے، اس لیے حضرت صدیق اکبر کمالاتِ نبوت کے انوار کو اُمت تک پہنچانے میں امتیاز کے حامل ہیں، جن سے صدیقی نسبت کمالاتِ رسالت ونبوت کے انوار کی حامل ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ نے رواج پایا.......... جس کو سابق صوفیاء ملامتیہ صوفیا کہتے تھے۔ یہ نام حضرت یوسف ہمدانی سے اوپر تک تھا، حضرت یوسف ہمدانی سے شاہ نقشبند تک اس کا نام سلسلہ خواجگان تھا، شاہ نقشبند سے نقشبندیہ مشہور ہوا، بعد میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی تجدید سلوک سے نقشبندیہ مجددیہ کہلایا، جو آج کل اسی نام سے مشہور ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالاتِ ولایت کے انوار

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات وانوار کا وافر حصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں اپنے فطری تقاضوں کے تحت آیا، اس دلیل کے تحت مندرجہ ذیل حدیث

اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا ۔

"میں علم (ولایت ومعرفت) کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں"۔

چنانچہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اپنے مکتوب ۱۲۳، ص ۱۴۴، دفتر سوئم، حصہ نہم میں

فرماتے ہیں:

وہ راستہ جو قرب ولایت سے تعلق رکھتا ہے، تمام قطب، اوتاد، ابدال، نجباء، عام اولیاء جس راستہ سے واصل باللہ ہوتے ہیں، ان سب کے شہسوار اور منبع فیض حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، یہ عظیم الشان منصب آپ سے متعلق ہے۔

اس فیض میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر دو پاؤں مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر ہیں۔

گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالاتِ ولایت کے انوار کا وافر حصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں نمایاں و امتیازی شان سے ہونے کی وجہ سے آپ بھی سلاسلِ طریق سلوک کا ملجا و ماویٰ ہوئے، یہ ایسے امتیازات تھے جن کی وجہ سے روحانی سلاسل کا تعلق ان ہر دو اکابر سے ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے انوار

حضور اکرم نورِ مجسم کے انوار کا اگر تجزیہ کیا جائے اور حیاتِ طیبہ کو سامنے رکھا جائے تو ہمیں آپ کا وجود با جود چار قسم کے انوار کا مجموعہ نظر آتا ہے:

(۱) انوار کمالاتِ نبوت

(۲) انوار کمالاتِ ولایت

(۳) انوار محبیت

(۴) انوار محبوبیت

یہی انوار ہیں جن سے جسمِ اطہر منور ہے، ان انوار کا تقاضا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارواحِ جہاں کو ان انوار کے ذریعہ منور فرمائیں۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی نبی کو اُمتیوں کی طرف اس احسان سے بھیجا:

"وہ ذات جس نے اُمّی لوگوں میں

ان ہی سے رسول بھیجا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی

آیات پڑھتے ہیں' اوران کو پاک کرتے ہیں
کتاب کی تعلیم دیتے ہیں اور حکمت سکھاتے ہیں''۔ (سورۃ الجمعہ:۲' رکوع:۱)

مندرجہ بالا آیت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد تزکیہ روح اور تعلیم حکمت وکتاب ہے' جب اس حقیقت کو سامنے رکھ کر ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں' عمل تزکیہ کا تجسس کرتے ہیں۔ اوراس کی مثالی صورتوں کو تلاش کرتے ہیں تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی شکلوں میں ہم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تزکیہ اور تعلیم وتربیت کے نادرالوجود نمونے نظر آتے ہیں اور جن کی شہادت قرآن کریم دے رہا ہے:

''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جوان کی معیت وصحبت کے فیض یافتہ ہیں' وہ کافروں کے مقابلہ میں قوی اور سخت ہیں اور آپس میں انتہائی نرم دل ہیں تو انہیں انفرادی زندگی میں رکوع وسجود کرتے ہوئے دیکھے گا' ان کے اس عمل میں ریاکاری' حب جاہ وغیرہ باطنی نقص نہیں ہوتے بلکہ وہ خلوص وللہیت پر مبنی ہوتے ہیں جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا وفضل کے لیے طلب کرتے ہیں' ان کے چہروں پر سجدوں کی نورانیت ہوتی ہے' جیسا کہ ایک حدیث پاک میں آیا ہے' جسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ جس کی نمازیں رات کو زیادہ ہوں' ان کا چہرہ دن میں زیادہ خوبصورت ہوتا ہے''۔ (سورۃ الفتح' رکوع:۴)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہر دو حالتوں کو قرآن مجید نے بتایا کہ اجتماعی زندگی میں ''اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ '' کفار کے مقابلہ میں سخت وقوی' اور اپنوں میں ''رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ '' آپس میں رحیم'' یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا وہ انعکاس تھا جو شق صدر کے وقت رحمت ورافت سے بھر گیا تھا۔ ''اَثَرِ السُّجُوْدِ '' سے ماتھے کا داغ نہ مراد لیا جائے بلکہ چہرے کی نورانیت مراد لی جائے' جیسا کہ مذکورہ حدیث سے

واضح ہوا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل تزکیہ سے طبائع میں زبردست تبدیلی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم وتزکیے پر قرآن کریم کی مزید شہادت ملاحظہ فرمائیں:

''لیکن اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کے دلوں میں محبت ایمانی اور اس کی زینت و خوبصورتی رکھ دی ہے' ان کے دلوں میں کفر' فسوق' عصیاں سے نفرت بھر دی ہے' یہ لوگ (صحابہ) رُشد وہدایت والے ہیں''۔ (سورۃ الحجرات' رکوع:۱)

یہ طبائع کی تبدیلی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کا اثر تھا۔

جمالِ ہم نشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم

یہ ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مقام محفوظیت وعصمت فطرت کی ایسی تبدیلی کہیں بھی تاریخ کے صفحات میں نہیں ملتی۔

یہی وہ لوگ ہیں جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار وفیضان اور کمالات کے مظہر ہیں' جس سے عام طور پر اپنی اپنی استعداد کے مطابق ہر کوئی مستفید ہوتا رہا اور زمانہ کے ساتھ ساتھ یہ تربیت جاری رہی اور آج ہم تک پہنچی' ہمیں چاہیے جس طرح ہم جسمانی تقاضوں کے لیے جدوجہد کرتے ہیں' روح کی ضرورتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے' اس کی صفائی کی طرف توجہ دیں۔

چند مشہور صوفیاء کا تعارف

(۱) تعارف شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام: عبدالقادر

کنیت: ابومحمد

لقب: محی الدین اور غوث اعظم سے مشہور ہوئے۔

ولادت باسعادت: آپ کی ولادت اختلاف روایت کے ساتھ ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ ہے۔

مقامِ ولادت: طبرستان کا ایک قصبہ جیلان ہے' جسے گوگیل اور گیلان بھی کہتے ہیں۔

سالِ وفات: ۵۶۱ھ

مرقد مبارک: بغداد میں مرجع خلائق ہیں۔

فتوح الغیب میں آپ کا فرمان

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ فقیر کی حقیقت یوں بیان فرماتے ہیں:

حَقِیْقَۃُ الْفَقْرِ اَنْ لَّا تَفْتَقِرَ اِلٰی مَنْ ھُوَ مِثْلُکَ ۔

''فقر کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنی مانند کسی انسان کا محتاج نہ ہو''۔

تصوف کیا ہے؟

آپ فرماتے ہیں:

والتصوف ما اخذ من القیل والقال ولکن اخذ من الجوع وقطع المعروفات والمحسنات ۔

''تصوف گفتگو نہیں' عمدہ اور مرغوب چیزوں کا ترک ہے''۔

داتا علی ہجویری گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف

سید ہجوی مخدوم امم...... مرقد وسنجر رارحم (اقبال)

نام: آپ کا پورا نام علی بن عثمان ہجویری ہے۔

وطن: غزنی افغانستان ہے۔

لقب: آپ کا لقب داتا گنج بخش ہے۔

وفات کا سال: آپ کے سن وفات میں اختلاف ہے قطعۂ مزار پر ۴۶۵ھ درج ہے۔

کشف المحجوب آپ کی آخری تصنیف ہے جو پانچویں صدی کے وسط میں آپ نے تحریر فرمائی۔

مزار مبارک: آپ کا مزار مبارک لاہور میں فیوضات اور تجلیات بکھیر رہا ہے۔

حضرت کے نزدیک صوفی وہ ہے، جس کا قلب صفائی سے لبریز اور گندگی سے خالی ہو۔

صفا ضد کدر است و کدر صفت بشر بود
وجہ حقیقت صوفی آں بود اور ار از کدر گذر بود

''صفا گندگی کی ضد ہے اور گندگی بشر میں ہوتی ہے، سچے صوفی کا نشان یہ ہے کہ وہ گندگی سے گزر چکا ہو''۔ (کشف المحجوب)

آپ نے مزید فرمایا: جسے محبت سے صفائی حاصل ہو، وہ ستھرا ہے، صاف ہے اور جسے محبوب صاف کرے، وہ صوفی ہے۔

تعارف امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ

نام: آپ کا پورا نام ابوالقاسم عبدالکریم ھوازن القشیری تھا۔

ولادت: ۳۷۶ھ میں ہوئی

وطن: خراسان

لقب: آپ کا لقب زین الاسلام ہے۔

تاریخ وفات: ۴۶۵ھ آپ کی عمر ۸۹ سال ہوئی۔

مدفن: نیشاپور

تصوف کی تاریخ کے بارے میں

تصوف کی تاریخ کے بارے میں آپ رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں:

''مسلمان کے لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صحابی کے لفظ سے عمدہ وافضل کوئی نہ تھا' اس لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحبت فیض سے متعلق لوگوں کو صحابی کہا جاتا ہے' جو ان کے لیے باعث افتخار تھا' جب دوسرا دور شروع ہوا تو صحابہ کی صحبت سے فیض یافتہ لوگوں کو تابعی کہا جانے لگا اور یہی ان کے لیے عمدہ پہچان تھی' اس کے بعد تیسرے دور والوں کو جنہوں نے تابعین کو دیکھا تھا اور ان سے مستفید ہوئے' تبع تابعین کہا جانے لگا' جب لوگوں میں مراتب کے لحاظ سے فرق پڑا تو خواص کو عابد وزاہد کہا جاتا تھا' لیکن جب بدعتوں کا ظہور ہوا اور ہر ایک فرقہ نے اپنے آپ کو زاہد وعابد کہنا شروع کر دیا تو وہ لوگ جن کے سانس معیتِ الٰہیہ میں چلتے تھے اور جو دلوں کی غفلت سے نگہبانی کرتے تھے' اہل تصوف کہلانے جانے لگے۔ ان اکابرین کے لیے یہ نام ۲۰۰ھ سے قبل ہی مشہور ہو گیا تھا۔ (رسالہ قشیریہ ص ۸۷)

تعارف: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے' اس گھرانے کے مسلمانانِ ہند پر بے پایاں احسانات ہیں' دین کے جتنے مکاتب فکر ہیں' تقریباً ان سب کی سندِ علم وخصلت ان تک پہنچتی ہے۔

پیدائش: آپ کی ولادت بروز بدھ ۴ شوال ۱۱۰۴ھ میں ہوئی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ پانچویں سال مکتب گئے' ساتویں سال نماز وروزہ رکھا' اس سال ہی قرآن کریم ختم کیا۔

عمر کے دسویں سال درسی کتب کا کافی حصہ پڑھ لیا' چودھویں سال شادی ہوئی' پندرھویں سال والد صاحب بیعت کر کے اشغالِ صوفیاء میں کمال حاصل کیا' سترھویں سال والد کی وفات کے بعد آپ مسند درس وارشاد پر فائز ہوئے' آپ نے علومِ شریعت کے ساتھ ساتھ علومِ تصوف میں بھی تجدیدی کارنامے سرانجام دیئے۔ برصغیر کا ہر ذی علم آپ کی ذات وصفات کا معترف ہے اور رہے گا۔

وفات: آپ کی وفات ۱۱۷۶ھ میں ہوئی۔

مزار: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مہدیون میں مرجع خلائق ہے۔

خرقہ کی اقسام

بزرگانِ دین اپنے مریدین یا دوسرے کسی شخص جس پر ان کی نظر عنایت اور طبیعت مائل ہو جائے، اسے اپنی مستعمل چیزوں ٹوپی، رومال، پگڑی، قمیص، قبا، چادر یا جو کچھ موقع پر میسر ہو، عطاء کر دیتے ہیں۔

اس کے پس منظر میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔

(ا) خرقۂ اجازت

اپنے کسی مرید کو اپنا نائب مقرر کرتے وقت اجازت مرحمت فرماتے ہیں کہ وہ دوسروں کو بیعت یا تلقین ذکر وغیرہ کریں۔

(ب) خرقۂ ارادت

شیخ طریقت اپنے مرید کا جذبۂ محبت، عمدہ جذبہ سلسلہ کے ساتھ لگن اور باطن میں استقامت ملاحظہ فرما کر فرقہ عطاء فرما دیتے ہیں، تاکہ وہ طریقہ وسلسلہ میں جدوجہد کرے۔

(ج) خرقۂ تبرک

اسی طرح شیخ طریقت کسی پر مہربان ہو جائیں تو وہ بلاشرط بزرگوں سے، تبرکات میں سے کچھ عطاء فرما دیں۔

وصال شدہ شخصیت کسی زندہ مرید کی کس طرح تربیت کرتی ہے؟

ویسے تو یہ ایک ایسا سوال ہے جس کی وضاحت کے لیے کافی وقت درکار ہے، لیکن ذیل میں اس کی سرسری وضاحت کرتے ہیں:

یہ ایک ایسا سوال ہے جس کی طرف روحی اقدار سے ناواقف لوگوں کا ذہن چلا

جاتا ہے' دراصل روح کو اللہ تعالیٰ نے ادراک وشعور سے نوازا ہے' جب یہ بدن کے پنجرے سے آزاد ہو جائے' خواہ یہ آزادی دُنیا میں اپنے فنائیت تامہ سے حاصل ہو یا وصال سے حاصل ہو۔ یہ منعم علیہ ہوتی ہے۔

اسی لیے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

لَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ ۔

''تم اس جنت میں جو چاہو تمہارے لیے ہوگا''۔

منعم علیہ روح ہمیشہ اپنے متعلقین سے ملاقات کی خواہش مند رہتی ہے اور اپنے متعلقین اور متوجہین کو فائدہ بھی پہنچاتی ہے اور یہ فائدہ عارضی بھی ہوسکتا ہے اور اسی طرح یہ لوگ متوجہین کو ہدایات اور پیغامات بھی دیتے ہیں اور ان سے خطاب وکلام بھی فرماتے ہیں۔

کلام و پیام کا طریقہ ملاحظہ فرمائیں

حضرت عبداللہ بن عبید اللہ انصاری فرماتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا' جو ثابت بن قیس بن شماس کو دفن کر رہے تھے جو یومِ یمامہ میں شہید ہوئے تو قبر میں داخل کرتے وقت انہوں نے کہا: محمد رسول اللہ (ﷺ)' ابوبکر صدیق' عمر' عثمان (رضی اللہ عنہم) بَرّ الرَّحِیم.........ہم نے دیکھا کہ وہ مردہ تھے۔

(تاریخ خمس ج ۲ ص ۳۴۳' بحوالہ شفا ص ۲۱۳' بحوالہ اکتفا)

جب ثابت بن قیس بن شماس یمامہ کے دن شہید ہوئے چونکہ ان کے ہاتھ میں انصار کا جھنڈا تھا اور اس وقت وہ ان کا سردار وخطیب بھی تھا' ایک شخص کے خواب میں تشریف لائے اور اسے کہا کہ میں تجھے وصیت کرتا ہوں' خبردار! تو اسے بے فائدہ خواب نہ سمجھنا اور اسے بے کار اور ضائع نہ کرنا' میں جس وقت شہید ہوا تو نجد کی طرف سے ایک شخص آیا' مجھ پر ورع (خود) تھی' جسے اس نے لیا اور اپنی جگہ آ کر اسے پتھر کی ہنڈیا کے نیچے چھپا دیا اور اس ہنڈیا پر کجاوہ رکھ کر اسے لشکر کے آخر حصہ میں چھپا دیا ہے' جہاں پر

چتکبرا گھوڑا باندھا ہوا ہے تو خالد بن ولید۔ کے پاس جا کر اسے اس بات کی اطلاع دے دے تا کہ وہ کسی کو بھیج کی میری خود منگوائے' نیز جب تو خلیفہ رسول کے پاس جائے تو اسے اطلاع دے کہ مجھ پر اتنا قرضہ ہے۔ میرے دو غلام سعد و مبارک آزاد کردہ ہیں۔ سنو اور غور سے سنو! اسے بے کار مت جاننا اور ضائع نہ کرنا' چنانچہ وہ شخص صبح خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور خواب کی بابت بتایا' حضرت خالد بن ولید نے اسی طرح کیا' جس طرح اس نے کہا تھا' خود پا کر اپنے قبضہ میں کر لی اور اسی طرح اس کی دوسری وصیت بھی پوری کر دی گئی' یہ خواب دیکھنے والا بلال بن حارث تھا' موت کے بعد صرف یہی ایک وصیت تھی جس پر عمل کیا گیا۔ (تاریخ خمیس ج ۲ ص ۲۱۳)

آپ خود اندازہ فرمائیے کہ روحانیت میں فیض لینا کوئی مشکل بات اور مشکل کام ہے' جب ثابت بن قیس کی روح متمثل ہو کر اپنا پیغام اور وصیت دے سکتی ہے تو کسی کامل کی روح جس نے جہادِ اکبر سے اپنے نفس کو شہید کیا اور اس نے اپنے نفس کو اللہ کی رضا کے لیے فنا کر دیا تو وہ ہستی کسی کی تربیت کیوں نہیں کر سکتی۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' ابوالرضا محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات میں روایت کرتے ہیں کہ جو شخص مر جاتا ہے' وہ برزخ چلا جاتا ہے' اس کا لوٹنا اس دنیا بدن مثالی سے مشکل ہوتا ہے' ہاں البتہ یہ جائز ہے کہ روحی جسم کے ساتھ اس کا آنا ہو۔ جس طرح دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں حضرت جبریل کا آنا یا فوت شدہ انبیاء و اولیاء یہ تمام عالم مثال کی کارستانیاں ہیں۔

انسانی نفوس کامل جب دنیا میں مختلف شکلیں بدل سکتے ہیں تو عالم برزخ میں بطریق اولیٰ شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔ (انفاس العارفین ص ۱۱۴)

اولیاء وصوفیاء کے بارے میں اچھی رائے کا مشورہ

امام شعرانی

امام شعرانی اپنے مرشد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ ادنیٰ درجہ کے صوفیاء کے ساتھ ایسا رویہ روا رکھنا چاہیے کہ ان کا منکر انہیں اہل کتاب کی طرح گمان کرے، نہ تو ان کی تصدیق کرے اور نہ ان کی تکذیب کرے۔

سید علی بن وفا

فرماتے ہیں کہ صوفیاء کی بات ماننے میں خیر ہی خیر ہے اور سلامتی ہے' ان کے متعلق حسن ظن غنیمت ہے' ان پر اعتراض زہر قاتل ہے' جو لوگ کامل صوفیاء کا انکار کرتے ہیں' ان کا آخر خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ (لطائف المنن ج ص ۱۲۵)

اگر بہت سے علماء اور صوفیاء کی اس بارے میں رائے تحریر کی جائے تو اس کے لیے علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے' بحمد للہ مواد موجود ہے مگر طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفاء کر کے علماء وفقہاء ومحدثین کی خدمت میں ان اکابر کے حوالہ جات نقل کیے' جن کی عظمت کا اعتراف فقہاء ومحدثین نے خود کیا۔

امام شعرانی کے حوالہ جات ہماری شامی ابن عابدین شرح اشتباہ ونظائر میں موجود ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی متعارف ومقتدرہ ہیں اور امام الہند انہیں مانا گیا ہے..........اب بھی اگر کوئی شخص صوفیاء کے فیض اور سلاسل پر اعتراض کرے یا انقطاع صحبت زمانی سے انقطاع فیض لازم کر کے انہیں مورد طعن بنائے تو سوائے اس کے کہ ہم کہیں ''اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ سُوْءِ الْعَقِیدَۃ'' نیز حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی کشف المحجوب میں جمع' ہمت کلام فی روح کا مطالعہ بھی مفید ہوگا' یہاں نقل کرنا طوالت کا سبب ہوگا۔

حضرت بایزید کے متعلق ابن عربی کی رائے

حضرت بایزید کے متعلق ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی بات پر سلسلہ ختم کر کے اپنے زمانے کے ناقص صوفیاء یا جھگڑالوفتوئی باز اور فرقہ باز مولوی حضرات یا نااہل سجادہ نشینوں کے مسند طریقت پر قبضہ کر کے اس کی آفاقیتِ فیضان کو ایسا دھچکا لگایا ہے کہ مرد کامل کا جنم لینا' ان کی موجودگی میں مشکل ہے' وہ فقر جو علماء کو مدرسوں سے شکار کر کے خانقاہوں کی دہلیز پر بٹھایا کرتا ہے' آج کے تفرقہ بازوں نے علماء کو گستاخ رسول کہہ کر فقر سے بدظن کر دیا۔ مدرسہ کے بعض ناہنجار اعتزالی توحید کے حامل حضرات نے فقر پر بدعت کا لیبل لگا کر اسے ناقابل عمل وصورت بنا دیا' مرد کہاں سے پیدا ہوں۔ ساون کے کپڑوں سے بہار کا لطف کہاں سے پیدا ہوگا؟ خدا کرے مسند فقر' ان نارسا فرقہ بازوں اور بے عمل مسند نشینوں کے ہاتھوں نکل جائے اور اپنی آفاقیت کی بدولت محبت وصلح وآشتی کی بدولت شہبازوں کا شکار کرے' جن کے پیش نظر ہو ۔

زیمن عشق بکونین صلح کل کریم
تو خصم باش زما دوستی تماشا کن

آپ فرماتے ہیں کہ بایزید کا ایک گھر تھا' جہاں آپ عبادت کیا کرتے تھے' جس کا نام تھا ''بیت الابرار'' آپ کے وصال کے بعد وہ گھر محفوظ ومحترم تھا۔ اس کے ساتھ مساجد کا سا احترام کیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ وہاں ایک شخص نے رات گزاری جب کہ وہ جنبی تھا (جس پر غسل واجب ہو) تو بغیر کسی آگ کے اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہ وہاں سے بھاگ گیا۔ (فتوحات مکیہ ج ۱۸ص ۲۴۷)

یہ ہوتا ہے باکمال لوگوں کا کمال' جو اس انداز میں اپنی جگہوں اولاد' خلفاء اور متوسلین ومتعلقین کی حفاظت کرتے ہیں' کیا ایسے لوگ اپنے مریدین کی تربیت نہیں کر سکتے۔

تعارف حضرت محبوب ذات رحمۃ اللہ علیہ

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اسم مبارک: سید احمد حسین قدس سرہ العزیز

کنیت: ابو محمد

القاب: موید الدین' محبوب ذات' نور اللہ

تخلص: عاجز

ولادت باسعادت: ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ بروز جمعۃ المبارک

نسب: سید احمد حسین رحمۃ اللہ علیہ' بن سید نواب علی حیدری رحمۃ اللہ علیہ' بن سید حیدر علی قادری رحمۃ اللہ علیہ' بن سید حسن علی شاہ جعفری مجلسی رحمۃ اللہ علیہ بن سید سالم علی رحمۃ اللہ علیہ بن سید میراں محمد جان رحمۃ اللہ علیہ بن سید میر عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ بن سید میر علی اسلم بن اشہد باللہ بالامجد بن سیّد عنایت اللہ شاہ قادری' قاضی القضاۃ بن سیّد علی عارف بن سیّد علی معروف بن سیّد محمد بن سیّد علی بن ابوالمکارم سیّد عباس مسعود بن سیّد احمد ضو بن سیّد محمد ضو بن ابو صالح نصر بن سیّد محمد عبدار بن سیّد بن تاج الدین عبدالرزاق بن حضور غوث الثقلین سیّد عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز بن سید صفی الدین آدم رحمۃ اللہ علیہ بن سید شرف الدین موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ بن سید شاہ فیروز الدین رحمۃ اللہ علیہ بن آغا بدیع الدین رحمۃ اللہ علیہ شہید آغا بدیع الدین شہید عراق سے ہندوستان تشریف لائے تھے اور ان کا نسبی تعلق نو واسطوں سے حضرت غوث الثقلین سے ملتا تھا۔

وصال مبارک: حضور محبوب ذات کا وصال مبارک ۲۱ شعبان ۱۹۶۱ء کو ہوا اور آپ کا مزار شریف منڈیر سیداں' سیالکوٹ میں واقع ہے۔

تعارف حضرت سید افتخار احمد حسین قدس سرہ العزیز

نام مبارک: حضرت سید افتخار احمد حسین گیلانی نور اللہ مرقدہ

آپ کے والد گرامی اور تمام خاندان والے آپ کو ''سید صاحب'' کہہ کر پکارتے تھے جب کہ مریدین سید سرکار کہتے تھے۔

القاب: غوث زماں' شیخ الاسلام

پدر گرامی: حضرت سید احمد حسین گیلانی محبوب ذات سرکار عالی قدس سرہ العزیز

ولادت باسعادت: آپ ۱۲ رجب المرجب بمطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۳۶ء کو بمقام ''انبالہ'' ہندوستان میں پیدا ہوئے۔

حالت جذب: حالت جذب کا واقعہ ۱۹۵۷ء میں پیش آیا جو آپ نے اپنی کتاب ''مراۃ الرحمٰن'' میں بیان فرمایا' آپ نے فرمایا کہ ۹ ماہ کے عرصہ میں حالت استغراق میں رہا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے: ۹ ماہ کا عرصہ ایک نئی زندگی (بچے کی پیدائش سے پہلے کا عرصہ) کی ارتقائی منازل کا مخصوص وقت ہوتا ہے' جس میں حضور سرکار عالی (محبوب ذات) نے مجھے منازل تصوف طے کروائیں اور مشاہدات سے نوازا۔

آپ نے فرمایا: اس ۹ ماہ کے عرصہ میں' میں نے اپنی مرضی سے نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ پہنا' جب یہ حالت شروع ہوئی تو میں نے محسوس کیا کہ میرے دونوں پاؤں شل ہو گئے اور میں نے سرکار عالی کی کرسی کو پکڑا ہوا ہے اور آپ سے فیض طلب کر رہا ہوں۔

آپ کی آنکھوں سے دو شعلے نکلتے محسوس ہوئے اور میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا' ۹ ماہ بعد آواز آئی: ''سید صاحب'' واپس آ جاؤ اور میں نے دیکھا تو سرکار عالی کے سامنے صف پر بیٹھا ہوا تھا' سرکار عالی نے نئے کپڑے اور پہننے اور غسل کا حکم دیا اور اس کامیابی پر مریدین کو مدعو کیا اور باقاعدہ کارڈ تقسیم فرمائے اور اس تقریب کو خوشی سے منایا گیا' یہ ۱۹۵۸ء کا واقعہ ہے۔

جانشینی: آپ نے اپنی زندگی میں اپنے بڑے فرزند ڈاکٹر صاحبزادہ سید مسعود السید کو اپنا جانشین اور سجادہ نشین مقرر فرمایا تھا اور تمام مریدین اور گھر والوں کو آگاہ فرما دیا تھا۔

وصال مبارک: آپ ۲۶ اور ۲۷ صفر بمطابق ۳۱ مئی اور یکم جون ۲۰۰۰ء کی درمیانی شب کو واصل باللہ ہوئے۔

مزار مبارک: آپ کا مزار مبارک اپنے والد گرامی کے پہلو میں منڈیر شریف سیداں مغربی میں واقع ہے' جو مرجع خاص وعام ہے۔

کرامت: والد گرامی صاحبزادہ ڈاکٹر مسعود السید صاحب مدظلہ العالی "سید غوث زماں"

یہ کرامت علامہ اعجاز احمد قادری صاحب نے اپنی کتاب "فیوض الرحمان فی تذکرہ غوث الزمان" میں بیان کی ہے' انہی کی زبانی پڑھیے اور سنیئے:

میں فقیر محمد اعجاز قادری اپنا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں کہ میرے پڑوس میں ایک شخص جاوید نور ٹیکسٹائل انجینئر رہتا تھا' ان دنوں وہ انتہائی بُرے حالات سے دوچار تھا' میں نے سوچا کیوں نہ اسے حزب البحر کا چلہ کرادوں تاکہ فراخ رزق کے لیے پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں برکت دے گا اور اس کے اچھے دن دوبارہ لوٹ آئیں گے' لہٰذا جاوید نامی شخص نے بمشکل حزب البحر کا چلہ مکمل کر لیا' چلہ کرنے کے بعد جاوید نامی شخص نے درپردہ اپنے کچھ مخالفین کی ہلاکت کی نیت سے حزب البحر کو پڑھنا شروع کر دیا' اسی دوران سرکار غوث زمان قدس سرہ العزیز میرے گھر رونق افروز ہوئے' جب عقیدت مندوں کا آپ قدس سرہ العزیز کے دیدار کے لیے ہجوم اکٹھا ہوا تو آپ قدس سرہ العزیز نے درود تاج کی شرح فرمانا شروع کر دی' اسی دوران جاوید نور نامی شخص بھی آ حاضر ہوا۔ جونہی سرکار غوث زماں قدس سرہ العزیز کی اس بدبخت شخص پر نظر پڑی' تو آپ قدس سرہ العزیز نے فوراً درود تاج شریف کی شرح روک کر جاوید نور کو دیکھتے ہوئے فرمایا: قادری صاحب! اباجی حضور قدس سرہ العزیز دعائے حزب البحر کے چلہ کو پسند نہیں فرماتے تھے کیونکہ لوگ اس سے ظلم اور وحشت کا زیادہ کام کرتے ہیں' اگر پڑھنی ہی ہے تو بیماروں کی شفاء کے لیے پڑھا کرو' اللہ تعالیٰ شفاء بخشے گا' جب محفل برخاست ہوئی تو سرکار غوث الزماں قدس سرہ العزیز فرمانے لگے کہ قادری صاحب! آپ نے اسے دعائے حزب

البحر کا چلہ کروایا تھا؟ میں نے عرض کیا: جی حضور! میں نے رزق کے لیے کروایا تھا' تو آپ قدس سرہ العزیز فرمانے لگے: یہ شخص اپنے تین مخالفوں کی ہلاکت کے لیے دو روز سے پڑھ رہا ہے' اگر وہ لوگ ہلاک ہو جاتے تو تم بھی ساتھ ساتھ گنہگار ہوتے کیونکہ تم نے اس جاہل اور نااہل کو چلہ کروایا تھا' بہر حال میں نے اسے سلب کر لیا ہے' آئندہ سے صرف بیماروں کی شفاء کے لیے پڑھے گا تو شفاء ہوگی' باقی کاموں کے لیے بے اثر ہوگا۔ میں قربان جاؤں سرکار غوث زماں قدس سرہ العزیز کی کیمیا نظر پر۔

(فیوض الرحمان فی تذکرۃ غوث الزمان ص ۱۵۶۔۱۵۷)

غوث زماں' قطب زماں' یا قطب مدار

اولیاء وصوفیاء کی کی گئی توجیحات اور ان کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ غوث زماں' قطب زماں یا قطب مدار پوری دنیا کے اولیاءِ وقت پر بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور باقی اولیاء اس کے کنٹرول میں کام کرتے ہیں اور اس کی گردن پر حضور غوث الثقلین کا قدم ہوتا ہے اور حضور غوث الثقلین پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قدم ہوتا ہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم ہوتا ہے جب کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حسنین کریمین شامل ہیں۔ قطب مدار کا عہدہ تمام قطبوں' ابراروں' نقباء' نجباء' اوتاد' اخبار سے اونچا ہوتا ہے' یہ عہدہ کسی بزرگ کو زیادہ مدت کے لیے بھی عطاء ہو سکتا ہے اور کم مدت کے لیے بھی عطاء ہوتا ہے اور یہ سب نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض ہوتا ہے۔

تعارف: قطب العارفین حضور قبلہ پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی قدس سرہٗ

ولادت: آپ اگست ۱۸۶۰ء کو بروز جمعۃ المبارک علی پور سیداں شریف میں سید علی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے' آپ کا شجرۂ نسب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

عہد طفولیت: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن آپ کی عظمت کا نشان ہے' کھیل کود سے

نفرت تھی، آپ اکثر کسی نہ کسی مزار پر حاضری دیتے رہتے تھے۔ حضرت خواجہ خواجگان شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مرزا اسکندر بیگ کی خدمت بابرکت میں بیٹھا کرتے تھے اور وہ بھی آپ سے بے پناہ شفقت فرماتے تھے۔

کسب علم: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبدالرشید جیسی نابغۂ روزگار ہستی سے علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علومِ باطنی بھی حاصل کیے۔ فقہ و تصوف کے ساتھ ساتھ اولیاء و صوفیاء کے تذکروں سے بہت محظوظ ہوتے تھے، تعلیم سے فراغت ملتی تو کھیتی باڑی کرتے تھے۔

بیعت و خلافت: ہر راہِ سلوک کے مسافر کو منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے اور معرفت کے اسرار سمجھنے کے لیے کسی راہ داں کا وسیلہ انتہائی ضروری ہوتا ہے، قبلہ عالم کو یہ وسیلہ حضرت خواجۂ خواجگان فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں ملا، جنہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تصوف و معرفت کی منازل طے کروانے کے بعد خرقۂ خلافت سے بھی نوازا۔ حضرت خواجۂ خواجگان فرمایا کرتے تھے: یہ ایسا شہباز ہے جس کی ہمیں جستجو تھی۔

مرشد گرامی کی جانب سے آپ کو ثانی اور لاثانی کے القابات سے نوازا گیا۔

صوفیاء و مشائخ کی نظر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

اس دور کے چند کاملین طریقت کے آپ کے متعلق ارشادات پیش کیے جاتے ہیں:

(۱) سرہند شریف آستانہ عالیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین مخدوم الاولیاء حضرت پیر مقبول احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ "انوار الاثانی" کی تقریظ میں لکھتے ہیں:

غوث زمان، قطب دوراں، آفتاب ولایت، شہسوارِ طریقت، شہباز اوج حقیقت حضرت قبلہ پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲) شرقپور شریف کے شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

تھے: ولی تو سرکار لاثانی ہیں ورنہ دوکانداریاں بہت ہیں۔

(۳) گولڑہ شریف کے سجادہ نشین آفتابِ علم وعرفاں حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ پر ناز ہے' ایک شخص کچھ دن علی پور رہ کر حضرت موصوف کے پاس چلا گیا تو آپ نے دیکھ کر فرمایا: بعض لوگ شاہ لاثانی کے کچے حجرے کو دیکھ کر چلے آتے ہیں حالانکہ وہاں پچھلے پہر ذاتِ باری تعالیٰ کی جلوہ نمائی ہوتی ہے۔

(۴) کوٹ عبدالخالق کے مشہور زمانہ شیخ طریقت حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: کوئی شاہِ لاثانی تو بن کر دکھائے' میں انہیں ہر روز دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دیکھتا ہوں۔

(۵) سیالکوٹ کے مشہور ولی حضرت حکیم خادم علی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: شاہِ لاثانی کی خدمت میں بار بار جایا کرو' کیونکہ آپ کا منصب قطبیت ہے۔

مشائخ کی نظروں میں سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ لاثانی کے مقام کے متعلق جو فضائل بیان کیے گئے ہیں' ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ یقیناً قطب مدار کے مقام پر فائز تھے۔

وفات: آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ سادہ غذا کھاتے تھے' سادہ لباس پہنتے تھے' آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے والا ہی اندازہ کر لیتا تھا کہ آپ کتنے بڑے بزرگ ہیں' ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دیکھنے میں چھٹانک ہوں' پر ہوں پورا سیر۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہزاروں کرامتیں ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۳۹ء میں علی پور سیداں شریف میں وصال فرمایا اور وہیں پر آپ کا مزار زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔

تعارف: حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ محدث علی پوری

حضرت امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ صاحب' محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ ایسی شخصیت ہیں جو ایک ہی وقت میں حافظ قرآن' حافظ الحدیث' خاندانی سادات کے عظیم

سپوت، عظیم سیاستدان اور ایسے سیاستدان جن کے قدموں کو سیاست چومتی ہے۔

حضرت پیر سید جماعت علی رحمۃ اللہ علیہ وہ ہستی ہیں جنہوں نے دو قومی نظریہ کی بنیاد پر مسلمانانِ ہند کے لیے پاکستان جیسی مسلم ریاست بنانے میں بہت بڑا کردار ادا کیا۔

جن کے قدموں میں قائداعظم اور علامہ اقبال جیسی شخصیات بیٹھنا فخر سمجھتی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے سامنے بڑے بڑے نواب، جاگیردار، سرمایہ دار سرنگوں رہتے تھے۔

آپ کی ہزاروں کرامتیں ہیں، آپ فرمایا کرتے تھے کہ دس ہزار احادیث مجھے سند کے ساتھ یاد ہیں۔ امیر ملت سرکار اور لاثانی سرکار دونوں ایک ہی خاندانِ سادات کے چشم و چراغ ہیں، دونوں بزرگ ایک دوسرے کا بہت عزت و احترام کرتے تھے، بلکہ عاجزی و انکساری کا عالم یہ تھا کہ لوگوں سے کہتے تھے: پیر صاحب میں نہیں بلکہ پیر صاحب تو وہ ہیں۔ آپ نے ۷۳ حج کیے تھے اور باقاعدہ ایک جماعت کو حج کرواتے تھے۔

ولادت: جناب امیر ملت سرکار ۱۸۴۰ء میں علی پور شریف میں پیدا ہوئے، امیر ملت سرکار لاثانی سے تقریباً بیس سال بڑے تھے، دونوں بزرگ ہم عصر ہیں۔

امیر ملت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ بھی قبلہ عالم بابا فقیر محمد چوراھی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تھے اور بہت جلد ہی ان کے عظیم خلفاء میں شمار ہونے لگے۔

وصال: امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۵۱ء میں علی پور سیداں شریف میں وصال فرمایا اور وہیں پر آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

تعارف: شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز

(سلسلۂ سہروردیہ کے بانی)

ولادت: شیخ الاسلام، امام السالکین، قدوۃ المشائخ، شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ شعبان ۵۳۹ھ زنجان کے مضافات میں واقع قصبہ سہرورد میں پیدا ہوئے اور یہ

گمنام مقام آپ کے عم محترم اور آپ کی بدولت پوری دنیا میں مشہور ہو گیا۔

شیخ الاسلام کا سلسلۂ نسب تیرہ واسطوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے کہ تمام تذکرہ نگاروں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام ابونجیب عبدلقاہر سہروردی قدس سرہ کو بارگاہِ غوثیت میں مقام حاصل تھا۔ اور آپ کو حضرت غوث زماں شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے خاص عقیدت تھی۔ اس۔ لیے بارگاہِ غوثیت میں جب تشریف لے جاتے تو اپنے عزیز بھتیجے کو بھی ہمراہ لے جاتے تھے۔ اگر چہ ابونجیب سہروردی کو سرکار سیدنا غوث اعظم سے خاص عقیدت تھی لیکن آپ کے مرشد روحانی حضرت احمد غزالی قدس سرہ العزیز جو حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے۔

حضرت ابونجیب رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ خرقہ حضرت شیخ قاضی وجیہہ الدین رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۷۶ھ تھے۔ شیخ الاسلام شہاب الدین سہروردی نے خرقۂ خلافت اپنے چچا محترم سے حاصل کیا' سلسلۂ سہروردیہ آپؒ سے ہی منسوب ہے۔

ایک دن حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب عبدالقاہر سہروردی قدس سرہ اپنے برادر زادے کو بارگاہِ غوثیت میں لے گئے اور عرض کیا: اس فرزند کو علم الکلام سے بڑا لگاؤ ہے' سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: آپ نے علم الکلام میں کون کون سی کتابیں پڑھی ہیں؟ یہ فرما کر دست مبارک حضرت شہاب الدین قدس سرہ کے سینہ پر پھیرا تو اسی وقت علم الکلام کے تمام علوم آپ کے سینہ اور ذہن سے محو ہو گئے اور آپ جواب نہ دے سکے' اس وقت جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے تمہارے سینے سے علم الکلام کو محو کر دیا ہے اور اس کے عوض معرفت حق کے علم سے پُر کر دیا ہے۔

حضرت سیدنا غوث اعظم فرمایا کرتے تھے: اے عمر! تم عراق کے آخری مشہور انسان ہو' جب سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے دنیا کے تمام ولیوں کو ولایت کے عہدے تقسیم کیے تو حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ حضور! مجھے عراق کی

ولایت عنایت فرمائیں' تو آپ نے فرمایا کہ عراق کی ولایت ہم نے شہاب الدین کو عطاء کردی ہے' تمہیں ہند کی ولایت عطاء کرتے ہیں۔

جب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ۵۶۲ھ میں انتقال ہوا اور آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تو بغداد کی سیادتِ روحانی پر ابونجیب سہروردی فائز ہوئے' لیکن ابھی ایک ہی سال گزرا تھا کہ ۵۶۳ھ میں آپ کا بھی وصال ہوگیا' آپ کے بعد بغداد کی مسند رُشد و ہدایت پر حضرت شیخ شہاب الدین متمکن ہوئے' لاکھوں بندگانِ خدا آپ سے فیض یاب ہوئے' اس دور کے بہت سے علماء' فقہاء اور صلحاء آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ آپ کی شہرت نہ صرف عراق تک محدود رہی بلکہ مصر' شام' حجاز' ایران میں دور دور تک پھیل گئی۔ آپ کے خلفاء میں جو ہر وقت آپ کے پاس رہتے تھے: نجیب الدین برغت' شیخ نور الدین غزنوی' شیخ ضیاء الدین رومی' شیخ جلال الدین تبریزی' شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمہم اللہ شامل ہیں' شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے بارے میں آیا ہے کہ آپ صرف سترہ دن آپ کی بارگاہ میں رہے' ان کے علاوہ بے شمار مشائخ نے آپ کے آستانہ سے فیوضات حاصل کیے۔

عوارف المعارف

تصوف پر جتنی بھی کتابیں لکھی گئی ہیں' عوارف المعارف کو ان میں خاص مقام حاصل ہے' یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ ہر دور کے مشائخ نے اس کتاب کو ہم زبان بنائے رکھا' اس کتاب میں آپ نے شیوخ اور مریدین کی راہنمائی کے لیے ہزاروں نقاط بیان فرمائے ہیں۔

خانقاہی نظام

آپ رحمۃ اللہ علیہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے خانقاہوں کے لیے باقاعدہ نظام قائم کیا اور اس کے آداب متعین فرمائے' آپ کے سلسلہ کے حضرات ہی نہیں بلکہ

دوسرے سلاسل کے پیروکار بھی آج تک اسی خانقاہی نظام پر عمل پیرا ہیں اور ان آداب کی باقاعدہ پیروی کرتے ہیں۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے خانقاہی نظام میں شریعت کی پابندی کو لازم قرار دیا ہے' جسے اختیار کر کے ہر شیخ طریقت اور مرید صادق قرآن وسنت کی اتباع میں زندگی گزارتا ہے۔

آپ کے سلسلۂ سہروردی کے جن مشائخ نے برصغیر پاک وہند میں تبلیغ اسلام کے لیے کردار ادا کیا' ان میں شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی' آپ کے صاحبزادے شیخ صدرالدین' آپ کے پوتے رکن الدین شیخ جہانیاں' جہاں گشت حمیدالدین ناگوری کے علاوہ آپ کے دیگر خلفاء نے اسلام پھیلانے میں خاص کردار ادا کیا' آپؒ نے بغداد شریف میں مشائخ کی وہ جماعت تیار کی' جس نے شریعت مطہرہ پر عمل کرتے ہوئے پوری دنیا میں خانقاہی نظام کو منفرد انداز میں متعارف کروایا۔

وفات: آپ قدس سرہ العزیز نے ۶۳۲ ء میں بغداد شریف میں وصال فرمایا۔

سیرت کے چند گوشے

حضرت علامہ پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب
پرنسپل محمدیہ غوثیہ کینٹ سیالکوٹ

مؤلف:

علامہ مولانا محمد افضل قادری
خطیب جامع مسجد نور نبی پکی کوٹلی' ڈسکہ روڈ' سیالکوٹ

قبلہ سیدی واستاذی

قبلہ پیر سید نذیر حسنین شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ

قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ایسے لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی زندگیاں دین اسلام کی اشاعت وسربلندی اور فروغِ عشقِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گزار دیں' ایسے لوگ سالوں بعد پیدا ہوتے ہیں' ایسے لوگ دنیا میں بھی عزت وشان کی زندگی گزارتے ہیں اور جب اس دنیا سے آخرت کی طرف سفر شروع کرتے ہیں تو ان کا انداز ہی کچھ ایسا ہوتا ہے کہ لوگ ورطۂ حیرت انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں' انہیں میں قبلہ شاہ صاحب کی ایک ہستی ہے۔

یوں تو قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے بے شمار گوشے ہیں' جن کا احاطہ ناممکن ہے' کیونکہ ایسی شخصیات اپنے آپ کو چھپائے رکھتے ہیں' اور اپنا اصل مقام لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ لیکن اس کے باوجود قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہے' جو بھی قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملا' ان کے قریب رہا' یا کسی نہ کسی طرح ان سے تعلق اور نسبت رہی' وہ قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا معترف ہوگیا۔ ذیل میں ہم قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے چند گوشے احاطۂ تحریر میں لانے کی کوشش کرتے ہیں:

محبت شیخ

جہاں حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دینی علوم کا منبع بنایا تھا' وہاں ساتھ ساتھ سلوک کی منازل طے کروا کے اپنے فیوضات اور برکات کا

منبع بھی بنا دیا۔ قبلہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کامل حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی ضیاء پاشیوں سے منور تھے۔ اور ان کے دل میں اپنے شیخ کامل کی محبت کا جذبہ موجزن تھا' ان کے انگ انگ میں محبت شیخ اس قدر جاگزیں ہو چکی تھی' جس کا اظہار ان کے قول و فعل سے ہوتا تھا' قبلہ شاہ صاحب کو حضور ضیاء الامت آپ کے خانوادے حتیٰ کہ بھیرہ شریف کی سرزمین سے بھی محبت تھی۔ قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ادب و احترام کا پیکر تھے اور اپنے تلامذہ اور متوسلین کو ادب و احترام کا ہی سبق دیا۔ قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کامل سے نسبت رکھنے والی ہر چیز کو عزت و قدر کی نگاہ سے دیکھتے' گویا مرشد کامل کا ادب و احترام محبت ان کے رگ و ریشہ میں رچ بس چکی تھی۔ غالباً یہی چیز تھی کہ جب حضور ضیاء الامت کا وصال ہوا تو یہ خبر قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر کوہِ گراں بن کر گری۔ اور اس وجہ سے طبیعت پر اس قدر بوجھ تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دل کی تکلیف ہوگئی اور یہ تکلیف تادمِ آخر رہی۔

قبلہ شاہ صاحب اپنے شیخ کی محبت میں حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کا مصداق تھے:

ایہہ تن میرا چشمہ ہووے میں مرشد ویکھ نہ رجاں ھو
لُوں لُوں دے مُڈھ لکھ لکھ چشماں اک کھولاں اک کجاں ھو
اتنا ڈھٹیاں مینوں صبر نہ آوے ہور کتے ول بھجاں ھو
مرشد دا دیدار ہے باھو مینوں لکھ کروڑاں حجاں ھو

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب انوارِ قدسیہ میں لکھا ہے کہ شیخ کامل کی پیروی واجب ہے۔

اور اسے دلیل سے ثابت کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

''اندرونی نجاستوں کو دور کرنے کے لیے بجز اتباع شیخ کے اور کوئی راستہ نہیں' کوئی شخص خود اپنی اصلاح کرنے لگے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا' اگرچہ وہ

ہزار کتابیں حفظ کر لے۔ سوائے عزیز! تجھ پر لازم ہے کہ کسی شیخ کامل کی تلاش کرے اور امر آخرت میں غور سے کام لے"۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نیست ممکن در رہ عشق اے پسر راہ بُردن بے دلیل رہبر۔

"اے عزیز! راہ عشق (راہِ حق) میں بغیر دلیل اور راہبر کے چلنا ناممکن ہے"۔

عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ، عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیکر عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور تاجدارِ کائنات حضور اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا جذبہ اس قدر موجزن تھا کہ جب نعت پڑھی جاتی تھی اور حضورِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات اور فضائل کا تذکرہ ہوتا تھا یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرم نوازیوں کا تذکرہ ہوتا تھا، تو قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے سیل رواں شروع ہو جاتا تھا اور چھما چھم آنسو برسنا شروع ہو جاتے تھے، جس سے محبت ہوتی ہے، اس کی ہر ادا اور ہر ہر چیز سے پیار ہوتا ہے۔ قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور عشق اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ جب کوئی مدینہ شریف اور حجاز مقدس عمرہ کے لیے جاتا یا واپسی پر قبلہ شاہ صاحب سے ملاقات کرتا تو قبلہ شاہ کی محبت کا منظر دیدنی ہوتا تھا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور گویا دل میں یہ جذبہ موجزن ہو جاتا تھا:

ہوا ہو ایسی کہ ہندوستاں سے اقبالؔ
اُڑا کے مجھ کو غبارِ راہِ حجاز کر لے

قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عظمت و شان پر کبھی بھی سمجھوتہ نہیں کیا، بلکہ ببانگِ دہل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں اور

شانوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے: جس کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور ادب واحترام نہیں' اس کا خدا کے ساتھ کوئی تعلق اور اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ محبت کا اظہار اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ دعا کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اور عشقِ مصطفوی مانگتے اور برستی ہوئی آنکھوں سے دعا کرتے ہوئے اس وقت دعا میں گداز اور ایک ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی' جب یہ کہتے کہ اے اللہ! ہمیں حضور کی غلامی میں موت عطاء فرما! اور قال اللہ وقال الرسول کہتے ہوئے ہمیں موت آئے۔ اور بہتی ہوئی آنکھوں سے علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھتے تھے:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من بذیر
گر تو می بینی حسابم نا گزیر
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

یعنی اے میرے اللہ! تو دونوں جہانوں سے مستغنی ہے' تجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں لیکن میں عاجز اور فقیر بندہ ہوں' تیرے لطف وکرم کا محتاج ہوں' میرے مولا تو جانتا ہے کہ میں بہت گناہ گار ہوں' لیکن میری ان خطاؤں کے کچھ عذر بھی ہیں' اگر تو اپنے فضل واحسان سے میری کمزوریوں کو دیکھ کر میرے گناہوں کو معاف کر دے تو تیری رحمت سے بعید نہیں' لیکن اگر تو نے میرا حساب ضرور ہی لینا ہے تو میری یہ التجاء ہے تو خود جو چاہے میرے ساتھ سلوک کرنا' لیکن حضور صلی اللہ علیہ' آلہ وسلم کے سامنے میرا امتحان دیگر اور میرا اعمال نامہ کھول کر مجھے شرمندہ ہونے سے بچائے رکھنا۔ یہی وہ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس کا بیج حضور ضیاء الامت نے کئی سال پہلے قبلہ شاہ صاحب کے من میں بویا تھا' پھر جب وہ تناور درخت بن گیا تو اس نے لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی محبت کا سایہ عطاء فرمایا اور کتنے دلوں کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عشق سے موجزن کر دیا۔

حضور ضیاء الامت رضی اللہ عنہ نے اسی لیے فرمایا تھا کہ اگر کل قیامت کو مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا کر کے آئے ہو؟ تو میں قبلہ سید نذیر حسین شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کو پیش کر دوں گا۔

مصلح

کسی کی اصلاح کرنا بہت بڑا کام ہے' یہاں قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے تلامذہ' متوسلین اور مریدین کی اصلاح و تربیت فرماتے تھے اور انہیں شفقت سے سمجھاتے تھے' وہاں پر دورانِ محافل اگر کسی نعت خواں یا مقرر سے غلطی ہو جاتی تھی تو قبلہ شاہ صاحب سمجھتے تھے کہ یہ غلطی بدگمانی پیدا کرے گی' یا پھر اس سے غلط تاثر اُبھرے گا تو قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موقع پر ہی اُس کی اصلاح فرما دیتے تھے۔ اگرچہ وہ سید عبدالرحمٰن بخاری جیسا ہی اسکالر کیوں نہ ہو۔

صفت رحمت

گداز اور نرمی محبت و شفقت قبلہ شاہ صاحب کی طبیعت میں ودیعت کر دی گئی تھی' عفو و درگزر' نرمی اور گداز اس قدر طبیعت میں تھا کہ اپنے تو اپنے غیر بھی اس صفت کے معترف تھے۔ راقم کو ایک مرتبہ جامع تجوید القرآن جو فقیر محمد سعودی کا ادارہ ہے' جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ہماری ملاقات ایک پختون قاری صاحب سے ہوئی' انہوں نے ہمیں پوچھا کہ آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں؟ تو ہم نے بتایا: دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کینٹ سے' تو ان کی زبان پر الفاظ تھے کہ قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے عالم ہیں جن کے اندر میں نے تمام صوفیانہ خصوصیات دیکھی ہیں اور سیالکوٹ میں ایسا اور کوئی شخص مجھے نظر نہیں آیا' پھر انہوں نے اپنے ساتھ بیتا ہوا ایک واقعہ سنایا کہ میں قبلہ شاہ صاحب کی

بارگاہ میں بچہ داخل کروانے کے لیے گیا' وہ بچہ پٹھان تھا تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حالات کے پیش نظر پختون بچے کو داخل کرنے سے معذرت کرلی جب کہ میں اسے داخل کروانے پر مصر تھا' اس اصرار کی وجہ سے میں نے سخت الفاظ بھی بولے اور یہاں تک کہہ دیا کہ میں کل قیامت کو آپ کا گریبان پکڑوں گا' قبلہ شاہ نرمی کے ساتھ مجھے اپنا مؤقف سمجھانے کی کوشش کرتے رہے' جس طرح کے الفاظ میں نے بولے تھے' کم و بیش دو سو کے قریب طالب علم اس وقت مسجد میں موجود تھے' اگر قبلہ شاہ صاحب ایک اشارہ کرتے تو وہ میری ہڈی پسلی ایک کر دیتے' لیکن انہوں نے میرے ساتھ عفو و درگزر اور نرمی کا برتاؤ کیا اور میں آج بھی ان کی اس شانِ رحیمی و کریمی کا معترف ہوں۔

علاوہ ازیں قبلہ شاہ صاحب اپنے تلامذہ' مریدین اور متوسلین سے نہایت محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے' اسی صفت نے ہر کسی کو قبلہ شاہ صاحب کا گرویدہ بنا دیا تھا۔

مستغنی

نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیب حاضر کی تجلی میں
کہ پایا میں نے استغناء میں معراجِ مسلمانی

قبلہ شاہ کی طبیعت میں کمال درجے کا استغناء پایا جاتا تھا' طبیعت میں یہ چیز ایسے ودیعت کر دی گئی تھی کہ بڑی سے بڑی شفقت کو بے معنی سمجھتے تھے۔

مردِ مؤمن کی ایک خاص شان یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ کائنات و مافیہا کی مادی تمام صنعتوں کو اپنے پائے حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے' جو اس کی روحانی راہوں میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہیں۔

قبلہ شاہ صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ علومِ اسلامیہ حاصل کرتے ہوئے اگر تمہارے دلوں میں دین اسلام کی خدمت و اشاعت اور خدا و رسول کی محبت کا جذبہ موجزن ہے' تو تمہیں زندگی بھر فاقہ نہیں آ سکتا اور میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر اخلاص اور محبت کے باوجود تمہیں کوئی ایسی چیز لاحق ہو تو اگر میں زندہ ہوں تو مجھے آ کر کہنا

اور اگر اس دنیا سے چلا جاؤں تو میری قبر پر آ کر کہنا تم غلط کہتے تھے' سوچنے کی بات ہے کہ اتنا بڑا دعویٰ کون کر سکتا ہے' یقیناً ایسے لوگ ہی کر سکتے ہیں جن کے اندر کمال درجے کا استغناء' محبت اور اخلاص ہوتا ہے اور جنہیں اپنے رب کی عنایتوں اور بخششوں پر مکمل یقین ہوتا ہے اور جو کسی غیر کی طرف دیکھنے کی بجائے اپنے مالک و مولا کی بارگاہ کی طرف دیکھتے ہیں بلکہ کسی اور کی طرف دیکھنا گوارا بھی نہیں کرتے۔ ان کی کہی ہوئی بات سو فیصد درست ہے' اگر کوئی علوم دین اسلام اخلاص و محبت سے حاصل کرتا ہے اور اس کے دل میں اس کی اشاعت کا جذبہ موجزن ہے تو کائنات کی کوئی چیز اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتی' اس کی بہترین مثال قبلہ شاہ کی ہستی ہمارے لیے موجود ہے۔

مختصراً بیان کرتا ہوں کہ راقم کی جب شادی ہوئی تو قبلہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ عمرہ کے لیے گئے ہوئے تھے' جب واپس تشریف لائے تو فرمانے لگے: ہماری غیر موجودگی میں تم نے شادی کر لی ہے' المختصر میں نے قبلہ شاہ کی خدمت میں کچھ تحائف پیش کیے' جو سب کے سب قبلہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت تمام اساتذہ میں تقسیم کر دیئے اور اپنے لیے کوئی چیز بھی بچائے نہ رکھی' میرے دل میں تھوڑا ملال گزرا کہ میں تو شاہ صاحب کی خدمت کے لیے یہ تمام تحفے لایا تھا' لیکن انہوں نے کوئی چیز بھی نہیں رکھی۔ لیکن یہ کمال استغناء تھا۔ میرے نزدیک استغناء کی یہ بہت بڑی مثال ہے' جیسا کہ اسرار الاولیاء میں ہے کہ دو بزرگوں کی آپس میں ملاقات ہوئی' ایک نے پوچھا: بتاؤ! کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگے: مل جائے تو کھا لیتے ہیں ورنہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں' دوسرے بزرگ فرمانے لگے: یہ کوئی بڑی بات نہیں' ایسا تو کتے بھی کرتے ہیں' مل جائے تو کھا لیتے ہیں' نہیں ملتا تو صبر کر لیتے ہیں۔ دوسرے بزرگ فرمانے لگے: تم کیا کرتے ہو؟ فرمانے لگے: مل جائے تو آگے تقسیم کر دیتے ہیں' نہ ملے تو شکر و صبر کرتے ہیں۔

مؤمن چونکہ حق کا متلاشی ہوتا ہے اور اسی ذات میں محو رہتا ہے تو پھر ساری کائنات اس کی جستجو میں محو ہو جاتی ہے۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مؤمن کی یہ شان کہ گم اس میں ہیں آفاق

خودی اور خودداری

قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے تمام شاگردوں کو اس بات کا بطورِ خاص سبق دیا کرتے تھے کہ خودی کو ملحوظ خاطر رکھو' کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے کسی فعل کی وجہ سے لوگ دین سے متنفر ہو جائیں۔ قبلہ شاہ صاحب علامہ اقبال کے اس شعر کے مصداق تھے:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے ایسے عزت وشان سے زندگی گزاری جس کو لوگ حیرت سے دیکھتے ہیں' اپنا وقار بنا کے رکھا اور اس کو برقرار رکھا۔ اور اس خودی کی وجہ سے لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا اور ان کے دلوں میں اسلام کی محبت ڈال دی۔ ہم نے اپنے ساتھ آٹھ سالہ دور میں دیکھا کہ اگر کسی نے قبلہ شاہ صاحب سے مدد طلب کی تو وہ بھی آپ کے قدموں میں حاضر ہوا اور اگر کسی سے قبلہ شاہ صاحب کو کام پڑ گیا تو وہ بھی دست بستہ قبلہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔ مالی معاونت کے لیے بھی لوگ حضور قبلہ شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے رہے' ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ انہوں نے ادارہ کے لیے کبھی بہت بڑی مہم چلائی یا بہت زیادہ بھاگ دوڑ کی ہو (جس طرح دیگر احباب کرتے ہیں) بلکہ فرمایا کرتے تھے: ہم نے یہاں ڈیرہ لگایا ہوا ہے اور بیٹھے ہیں' اللہ ہر کسی کو یہاں ہی بھیج دیتا ہے۔ اور ان تمام مذکورہ چیزوں کے بغیر ہی ادارے کا نظام بہترین انداز میں چلایا۔ یہ فوری کی بہت بڑی مثال ہے۔

قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔

اے طائر لاہوتی! اس رزق سے موت اچھی
جس سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

بندۂ مؤمن کا یہ وہ مقام ہے جو اسے ساری دنیا سے مستغنی اور بے نیاز کر دیتا ہے اور بندۂ مؤمن کو جب یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے تو تمام دنیا اس کی حاجت منداور دستگیر بن جاتی ہے' اس لیے کہ اس کی آرزوؤں کا مرکز ومحور اور قبلۂ حاجات صرف اور صرف محبوبِ حقیقی کی ذات ہوتی ہے' مگر مقامِ تاسف یہ ہے کہ جب ہم اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھتے ہیں تو ہمیں اپنی زندگیاں کسی اور ڈگر پر چلتی ہوئی نظر آتی ہے' ہماری خلوت وجلوت کے انداز مختلف نظر آتے ہیں۔

اسی مقام پر علامہ نے کہا تھا:

یہ شہادت گہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

مؤمنانہ فراست

حدیث قدسی میں ارشاد ہوتا ہے:

اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ اِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ ۔

ترجمہ: ''مؤمن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے''۔

قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے مؤمنانہ فراست عطاء فرمائی ہوئی تھی' وہ آدمی کا چہرہ دیکھ کر اس کے احوال بتا دیتے تھے' کئی دفعہ دورانِ تدریس کلاس میں ایسا ہوتا تھا کہ قبلہ شاہ صاحب طالب علم کا چہرہ دیکھ کر فرماتے تھے کہ تم نے آج فجر کی نماز ادا نہیں کی' وہ طالب علم اپنا عذر پیش کرتا اور عرض کرتا: جی حضور! میں آج فجر کی نماز ادا نہیں کر سکا۔

راقم الحروف کے ساتھ بھی ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا' رمضان المبارک کا مہینہ تھا کہ ایک رات مجھے گردے کی بہت شدید تکلیف ہوئی' ساری رات اسی تکلیف میں گزار دی' صبح صادق کے وقت کچھ افاقہ ہوا تو روزہ رکھ کے فجر کی نماز ادا کی اور پھر جب وقت ہوا تو مدرسہ چلا گیا' سردیوں کا موسم تھا۔ غالباً پہلا پریڈ تھا' قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ

علیہ مسجد کے صحن میں کسی منتہی کلاس کو پڑھا رہے تھے' میں وضو کرنے کے لیے مسجد کی ٹونٹیوں کی طرف جا رہا تھا' یونہی میں قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے گزر کر تھوڑا سے آگے نکلا تو قبلہ شاہ نے اپنے مخصوص انداز میں مجھے آواز دی (افضل صاحب!) میں ٹونٹیوں پر جانے کی بجائے قبلہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور دست بوسی کی' تو شاہ صاحب فرمانے لگے: کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: حضور! بہتر ہے' پھر برجستہ میرے ذہن میں رات کا احوال بیان کرنے کی سوجھی تو میں نے ابھی اتنا جملہ ہی کہا تھا کہ (حضور! رات کو مجھے) تو قبلہ شاہ صاحب فرمانے لگے: میں نے اسی لیے آپ کو بلایا ہے۔ پھر قبلہ شاہ صاحب نے مجھے ایک تعویذ دیا اور فرمایا کہ اسے درد کی جگہ پر باندھ لو' میں نے وہ تعویذ باندھ لیا اور درد ختم ہو گیا۔

یہی وہ مؤمنانہ فراست اور مؤمنانہ شان ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطاء فرماتا ہے' جس کی وجہ سے وہ عرش کی بلندیوں سے لے کر زمین کی تہوں تک دیکھ لیتے اور یہ شان اللہ تعالیٰ نے قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عطاء فرمائی ہوئی تھی۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

طریقہ ذکر اسم ذات

کسی علیحدہ جگہ باوضو ہو کر بیٹھ جائے اور پچیس دفعہ استغفار، دو مرتبہ فاتحہ شریف اور تین بار درود شریف پڑھے۔ اس کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرے کہ اے مولائے کریم! میں نے دو مرتبہ فاتحہ پڑھی ہے، اس میں سے ایک فاتحہ کا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارکہ کو پہنچا اور دوسری فاتحہ کا ثواب میرے سلسلہ کے تمام بزرگان کی ارواحِ عالیہ کو پہنچا اور ان کی برکت سے مجھے اپنا نیک اور صالح بندہ بنا اور میرے دل سے غیر اللہ کی محبت نکال کر اسے اپنی محبت اور معرفت سے لبریز فرما۔ پھر درود شریف ایک بار پڑھ کر منہ پر ہاتھ پھیر لے۔

اس کے بعد اپنے لطیفہ قلب کی طرف متوجہ ہو جائے، اپنی زبان کو تالو سے چسپاں کرے اور اپنے کسی بھی عضو کو حرکت دیئے بغیر صرف خیالی طاقت سے اپنے قلب پر نہایت تیزی سے اللہ اللہ کی ضرب لگائے۔ اگر ہاتھ میں تسبیح ہو تو بہتر ہے، اس سے ارتکاز توجہ میں مدد ملتی ہے۔ تسبیح جتنی تیزی سے چلا سکے، اتنا ہی بہتر ہے۔ اس کے بعد دعا کر کے اُٹھ جائے۔

یہ تو ایک مخصوص وقت میں ذکر کرنے کا طریقہ ہے۔ اس کے علاوہ بھی اُٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے اپنے قلب کی طرف متوجہ رہے اور دل میں ذکر کرتا رہے، اس کے لیے باوضو ہونا ضروری نہیں۔

دیگر لطائف اوران کا ذکر

جب سالک کا ذکر قلبی جاری ہو جاتا ہے تو اسے لطائف پر ذکر کی تلقین کی جاتی ہے۔ واضح رہے کہ جس طرح جسمانی اور ذہنی صلاحیتیں مختلف ہوتی ہیں' اسی طرح روحانی استعدادی بھی مختلف ہوتی ہیں۔ بعض سالک تھوڑے عرصے میں اتنا کچھ حاصل کر لیتے ہیں' جس کے حصول میں دوسروں کی عمریں بیت جاتی ہیں۔

لطائف دس ہیں: پانچ کا تعلق عالم امر سے ہے اور پانچ کا تعلق عالم خلق سے ہے۔

عالم امر سے متعلق پانچ لطائف یہ ہیں: قلب' روح' سِر' خفی' اخفیٰ

لطیفہ قلب کا مقام بائیں پستان سے دو انگل نیچے مائل بہ پہلو ہے۔

لطیفہ روح کا مقام دائیں پستان سے دو انگل نیچے مائل بہ پہلے ہے۔

لطیفہ سِرّ کا مقام بائیں پستان کے متوازی دو انگل کے فاصلے پر مائل بوسطِ سینہ۔

لطیفہ خفی کا مقام دائیں پستان کے متوازی دو انگل کے فاصلہ پر مائل بوسطِ سینہ۔

لطیفہ اخفیٰ کا مقام وسطِ سینہ ہے۔

عالم خلق سے متعلق پانچ لطائف یہ ہیں:

نفس' عنصر آب' عنصر خاک' عنصر آتش' عنصر باد

نفس کا مقام وسط پیشانی ہے اور عناصر اربعہ کا پورا بدن۔

ذکر نفی اثبات

تمام لطائف پر ذکر اسم ذات کرانے کے بعد ذکر نفی اثبات کرایا جاتا ہے' جس کا طریقہ یہ ہے:

کسی علیحدہ جگہ باوضو ہو کر بیٹھ جائے اور خیالی طاقت سے ''لا'' کو ناف سے کھینچ کر سر کی چوٹی تک لے جائے اور ''الٰہ'' کو نیچے دائیں کندھے پر لائے اور ''الا اللہ'' کی ضرب کندھے سے دل پر اس طرح لگائے کہ اس کا اثر پانچوں لطائف تک پہنچے۔ اس

مجموعہ سے ''لا'' معکوس کی شکل بنتی ہے۔

یہ ذکر بھی ذکر اسم ذات کی طرح زبان اور کسی دوسرے عضو کو حرکت دیئے بغیر کرنا ہوتا ہے' البتہ اس میں حبسِ دم (سانس بند کرنا) بہتر ہوتا ہے۔ جتنا زیادہ حبسِ دم کر سکے اتنا ہی اچھا ہے۔ ہر سانس میں طاق مرتبہ ذکر کرے اور جب سانس چھوڑے تو خیال میں محمد رسول اللہ کہے۔ ذکر کرتے ہوئے وقفے وقفے سے زبان کے ساتھ یہ دعا بھی کرتا رہے کہ: ''الٰہی مقصودِ من توئی و رضائے تو مرا محبت و معرفت خود عطا کن''۔ (الٰہی! تو ہی میرا مقصود ہے اور تیری رضا۔ مجھے اپنی محبت اور معرفت عطاء فرما)۔

مراقبات

مراقبہ دائرۂ امکان

(۱) مراقبہ احدیت

فیض می آید از ذاتیکہ جمیع صفات کمال است و منزہ از ہر نقص زوال است...... موردِ فیض لطیفہ قلبِ من است۔

''فیض آرہا ہے اس ذات سے جو تمام صفاتِ کمال کی جامع ہے اور ہر نقص وزوال سے پاک ہے...... وردِ فیض کی جگہ میرا لطیفہ قلب ہے''۔

مراقبات ولایتِ صغریٰ

(۲) مراقبہ تجلیات افعالیہ

الٰہی! فیض تجلیاتِ افعالیہ کہ از لطیفہ قلب مبارک آں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخزِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر لطیفہ قلب حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام افاضہ فرمودہِ بر لطیفہ قلب ایں ضعیف فقیر بواسطہ پیران کبار ما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم القاء کن۔

''الٰہی! تجلیات افعالیہ کا جو فیض تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفہ قلب سے حضرت آدم علیہ السلام کے لطیفہ قلب پر القاء فرمایا ہے' وہی فیض بزرگانِ کرام کے طفیل اس فقیر ضعیف کے لطیفہ قلب پر بھی القاء فرما''۔

(۳) مراقبہ تجلیاتِ صفاتِ ثبوتیہ

الٰہی! فیض تجلیاتِ صفاتِ ثبوتیہ کہ از لطیفہ روحِ مبارک آں سرورِ کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر لطیفہ روح حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام افاضہ فرمودہ بر لطیفہ روح ایں ضعیف فقیر بواسطہ پیران کبار ما رحمۃ اللہ علیہم القاء کن۔

''الٰہی! تجلیات صفات ثبوتیہ کا جو فیض تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفہ روح سے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لطیفہ روح پر القاء فرمایا ہے' وہی فیض بزرگانِ کرام کے طفیل اس فقیر ضعیف کے لطیفہ روح پر بھی القاء فرما''۔

(۴) مراقبہ تجلیات شیونات ذاتیہ

الٰہی! فیض تجلیات شیوناتِ ذاتیہ کہ از لطیفہ سر مبارک آں سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر لطیفہ سر مبارک حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام افاضہ فرمودہ بر لطیفہ سر ایں ضعیف فقیر بواسطہ پیران کبار ما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم القاء کن۔

''الٰہی! تجلیات شیونات ذاتیہ کا جو فیض تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفہ سر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لطیفہ سر پر القاء فرمایا ہے' وہی فیض بزرگانِ کرام کے طفیل اس فقیر ضعیف کے لطیفہ سر پر بھی القاء

فرما"۔

(۵) مراقبہ تجلیاتِ صفاتِ سلبیہ

الٰہی! فیض تجلیات صفاتِ سلبیہ کہ از لطیفہ خفی مبارک آں سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر لطیفہ خفی حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام افاضہ فرمودہ بر لطیفہ خفی ایں ضعیف فقیر بواسطہ پیران کبار مارحمۃ اللہ علیہم القاء کن۔

"الٰہی! تجلیات صفاتِ سلبیہ کا جو فیض تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفہ خفی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لطیفہ خفی پر القاء فرمایا ہے' وہی فیض بزرگانِ کرام کے طفیل اس فقیر ضعیف کے لطیفہ خفی پر بھی القاء فرما"۔

(۶) مراقبہ تجلیاتِ شانِ جامع

الٰہی! فیض تجلیاتِ شانِ جامع کہ بر لطیفہ اخفی مبارک آں سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افاضہ فرمودہ بر لطیفہ اخفی ایں ضعیف فقیر بواسطہ پیرانِ کبار مارحمۃ اللہ علیہم القاء کن۔

"الٰہی! تجلیاتِ شانِ جامع کا جو فیض تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطیفہ اخفی پر القاء فرمایا ہے' وہی فیض بزرگانِ کرام کے طفیل اس ضعیف فقیر کے لطیفہ اخفی پر القاء فرما"۔

مراقبات ولایت کبریٰ

(۷) مراقبہ دائرۂ اولیٰ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید ۔ فیض می آید از ذاتیکہ نزدیک تراست بمن از رگِ جانِ من

بہماں شان کہ مرادوست تعالیٰ ومنشاء للدائرة الاولی من دوائر الولایة الکبریٰ۔ مورد فیض لطیفہ نفس باشرکت لطائف خمسہ عالم امر من است۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! اور ہم انسان کے قریب تر ہیں اس کی رگِ جان سے۔ فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو مجھ سے میری رگِ جان سے قریب تر ہے۔ جس طرح اس کی مراد ہے اور ولایت کبریٰ کے دائروں میں سے پہلی دائرہ کے لیے اصل ہے۔ ورودِ فیض کی جگہ میرا لطیفہ نفس عالم امر کے پانچ لطائف سمیت ہے''۔

(۸) مراقبہ دائرہ ثانیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یحبھم ویحبونہٗ ۔فیض می آید از ذاتیکہ دوست دارد مرا دمن دوست دارم اور اہماں شاں کہ مراد اوست تعالیٰ ومنشاء للدائرة الانیة من دوائر الولایة الکبریٰ۔ مورد فیض لطیفہ نفس من است۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! وہ اس کے ساتھ محبت رکھتے ہیں اور وہ ان کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اسے دوست رکھتا ہوں۔ جس طرح اس کی مراد ہے اور ولایت کبریٰ کے دائروں میں سے دوسرے دائرہ کے لیے اصل ہے...... ورودِ فیض کی جگہ میرا لطیفہ نفس ہے''۔

(۹) مراقبہ دائرہ ثالثہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یحبھم ویحبونہٗ ۔فیض می آید از ذاتیکہ دوست دارد مرا ومن دوست دارم اور اہماں شان کہ مراد اوست تعالیٰ ومنشاء للدائرة الثالثة من دوائر الولایة الکبریٰ۔ مورد فیض

لطیفہ نفس من است۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! وہ ان کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور وہ اس کے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اسے دوست رکھتا ہوں جس طرح اس کی مراد ہے۔ اور ولایت کبریٰ کے دائروں میں سے تیسرے دائرہ کے لیے اصل ہے......ورودِ فیض کی جگہ میرا لطیفہ نفس ہے''۔

(۱۰) مراقبہ قوس

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔ یحبھم ویحبونہٗ ۔ فیض می آید از ذاتیکہ دوست دارد مرا و من دوست دارم او را بہماں شان کہ مرادِ اوست تعالیٰ ومنشاء للقوس من دوائر الولایۃ الکبریٰ......مورد فیض لطیفہ نفس من است۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! وہ ان کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور وہ اس کے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اسے دوست رکھتا ہوں۔ جس طرح اس کی مراد ہے اور ولایت کبریٰ کے دائروں میں سے قوس کے لیے اصل ہے......ورودِ فیض کی جگہ میرا لطیفہ نفس ہے''۔

(۱۱) مراقبہ اسمِ ظاہر

فیض می آید از ذاتیکہ مسمیٰ است باسم ظاہر۔ مورد فیض لطیفہ نفس باشرکتِ لطائف خمسہ عالمِ امر من است۔

''فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو اسم ظاہر کے ساتھ مسمّٰی ہے......ورودِ فیض کی جگہ میرا لطیفہ نفس عالم امر کے پانچ لطائف سمیت ہے''۔

نوٹ: واضح رہے کہ ولایت کبریٰ کے پہلے چار مراقبات میں ''بہماں شان کہ مراد

اوست تعالیٰ‘‘ (جس طرح اس کی مراد ہے) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رگِ جان سے قریب تر ہونے کے صحیح مفہوم اور محبت الٰہیہ کی صحیح کیفیت کے ادراک سے ہماری عقول قاصر ہیں۔ صحیح مفہوم و کیفیت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اس لیے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ اس طرح کا قرب یا اس طرح کی محبت جس طرح اس کی مراد ہے۔ ’’بہماں شان کہ مراد اوست‘‘۔

مراقبہ ولایت علیا

(۱۲) مراقبہ اسمِ باطن

فیض می آید از ذاتیکہ مسمی است باسم باطن و منشاء دائرہ علیا است کہ ولایت ملائکہ عظام است...... موردِ فیض عناصر ثلاثہ بدوں عنصر خاکِ من است۔

’’فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو اسم باطن کے ساتھ مسمی ہے۔ اور دائرہ علیا (جو ولایت ملائکہ عظام ہے) کی اصل ہے...... ورودِ فیض کی جگہ عنصر خاک کے علاوہ میرے باقی تین عناصر ہیں‘‘۔

نوٹ: واضح رہے کہ سلوکِ نقشبندی ولایت علیا تک ہی ہے۔ اس کے بعد کا تمام سلوک حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر منکشف ہوا ہے اور انہوں نے ہی اس کی تعلیم دی ہے...... سلوک مجددی کے مراقبات مندرجہ ذیل ہیں:

مراقبات سلوک مجددی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳) مراقبہ کمالاتِ نبوت

فیض می آید از ذات بحت کہ منشاء کمالات نبوت است۔ موردِ فیض عنصر خاک من است۔

’’فیض آ رہا ہے اس ذاتِ محض سے جو کمالاتِ نبوت کی اصل ہے...... ورودِ

فیض کی جگہ میرا عنصر خاک ہے"۔

(۱۴) مراقبہ کمالاتِ رسالت

فیض می آید از ذات بحت کہ منشائے کمالات رسالت است......مورد فیض ہیئت وحدانی من است۔

"فیض آ رہا ہے اس ذاتِ محض سے جو کمالاتِ رسالت کی اصل ہے......ورودِ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے"۔

نوٹ: واضح رہے کہ لطائف عشرہ بحیثیت مجموئی ہیئت وحدانی کہلاتے ہیں۔

(۱۵) مراقبہ کمالات اولوالعزم

فیض می آید از ذات بحت کہ منشاء کمالات اولوالعزم است......مورد فیض ہیئت وحدانی من است۔

"فیض آ رہا ہے اس ذات محض سے جو کمالات اولوالعزم کی اصل ہے......ورودِ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے"۔

(۱۶) مراقبہ حقیقتِ کعبہ

فیض می آید از ذاتِ بحت کہ منشاء مسجودیت جمیع خلائق است وحقیقت کعبہ ربانی است......مورد فیض ہیئت وحدانی من است۔

"فیض آ رہا ہے اس ذات محض سے جو تمام مخلوقات کے مسجود ہونے کی اصل اور حقیقت کعبہ ربانی ہے......ورودِ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے"۔

(۱۷) مراقبہ حقیقتِ قرآن

فیض می آید از مبدأ وسعت بے چوں حضرات ذات کہ منشاء حقیقت قرآن است......مورد فیض حقیقتِ وحدانی من است۔

"فیض آ رہا ہے ذاتِ باری کی بے کیفیت وسعت کے مبدأ سے جو حقیقت

قرآن کی اصل ہے......ورودِفیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے''۔

(۱۸)مراقبہ حقیقتِ صلوٰۃ

فیض می آید از کمالِ وسعتِ بے چوں حضرت ذات کہ منشا حقیقت صلوٰۃ است......موردِ فیض ہیئت وحدانی من است۔

''فیض آرہا ہے ذاتِ باری کی بے کیفیت وسعت کے کمال سے جو حقیقت صلوٰۃ کی اصل ہے......ورودِ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے''۔

(۱۹)مراقبہ معبودیت صرفہ

فیض می آید از ذاتیکہ منشا معبودیت صرفہ است وحقیقت لا الٰہ الا اللہ است......موردِ فیض ہیئت وحدانی من است۔

''فیض آرہا ہے اس ذات سے جو معبودیت صرفہ کی اصل اور حقیقت لا الٰہ الا اللہ ہے......ورودِ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے''۔

(۲۰)مراقبہ حقیقتِ ابراہیمی

فیض می آید از ذاتیکہ منشاء خلت وحقیقت ابراہیمی است......موردِ فیض ہیئت وحدانی من است۔

''فیض آرہا ہے اس ذات سے جو خلت اور حقیقتِ ابراہیمی کی اصل ہے......ورودِ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے''۔

(۲۱)مراقبہ حقیقت موسوی

فیض می آید از ذاتیکہ منشاء حقیقت موسوی و مبدأ محبیت صرفت است......موردِ فیض ہیئت وحدانی من است۔

''فیض آرہا ہے اس ذات سے جو حقیقت موسوی کی اصل اور محبیت صرفہ کا مبدأ ہے......ورودِ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے''۔

(۲۲) مراقبہ حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فیض می آید از ذاتیکہ محبّ خود و محبوب خود است و منشاء حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است...... مورد فیض ہیئت وحدانی من است۔

''فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو خود ہی محبّ ہے اور خود ہی محبوب ہے' اور حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصل ہے...... ورودِ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے''۔

(۲۳) مراقبہ حقیقت احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فیض می آید از ذاتیکہ محبوبِ خود است و منشاء حقیقت احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است...... مورِدِ فیض ہیئت وحدانی من است۔

''فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو خود ہی محبوب ہے اور حقیقت احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصل ہے...... ورودِ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے''۔

(۲۴) مراقبہ حقیقت الحقائق

فیض می آید از ذاتیکہ منشآء حقیقت الحقائق است کہ حقیقت احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است...... مورِدِ فیض ہیئت وحدانی من است۔

''فیض آ رہا ہے اس ذات سے جو حقیقت الحقائق یعنی حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصل ہے...... ورودِ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے''۔

(۲۵) مراقبہ لاتعین

فیض می آید از ذات بحت کہ منشآء لاتعین است...... مورِدِ فیض ہیئت وحدانی من است۔

"فیض آ رہا ہے اس ذاتِ حق سے جو اصل الاصل ہے...... ورودِ فیض کی جگہ میری ہیئت وحدانی ہے"۔

ختمات ثلاثہ

ختمات ثلٰثہ سے مراد تین ختم ہیں جو ہمارے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں پڑھے جاتے ہیں۔ نماز صبح کے وقت ختم ہفت خواجگان نقشبند اور نماز عصر کے بعد ختم مجددی و ختم معصومی۔ ذیل میں تینوں کا طریقہ درج ہے:

طریقہ ختم ہفت خواجگان

سورہ فاتحہ مع بسم اللہ	سات بار
درود شریف	سو بار
سورہ الم نشرح مع بسم اللہ	اناسی بار
سورہ اخلاص مع بسم اللہ	ایک ہزار ایک بار
سورہ فاتحہ مع بسم اللہ	سات بار
درود شریف	سو بار
یا قاضی الحاجات	سو بار
یا کافی المهمات	سو بار
یا دافع البلیات	سو بار
یا شافی الامراض	سو بار
یا رفیع الدرجات	سو بار
یا مجیب الدعوات	سو بار
یا ارحم الراحمین	سو بار

طریقہ ختم مجددی

درودشریف — سوبار

لاحول ولا قوۃ الا باللہ — پانچ سوبار

درودشریف — سوبار

طریقہ ختم معصومی

درودشریف — سوبار

لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین — پانچ سوبار

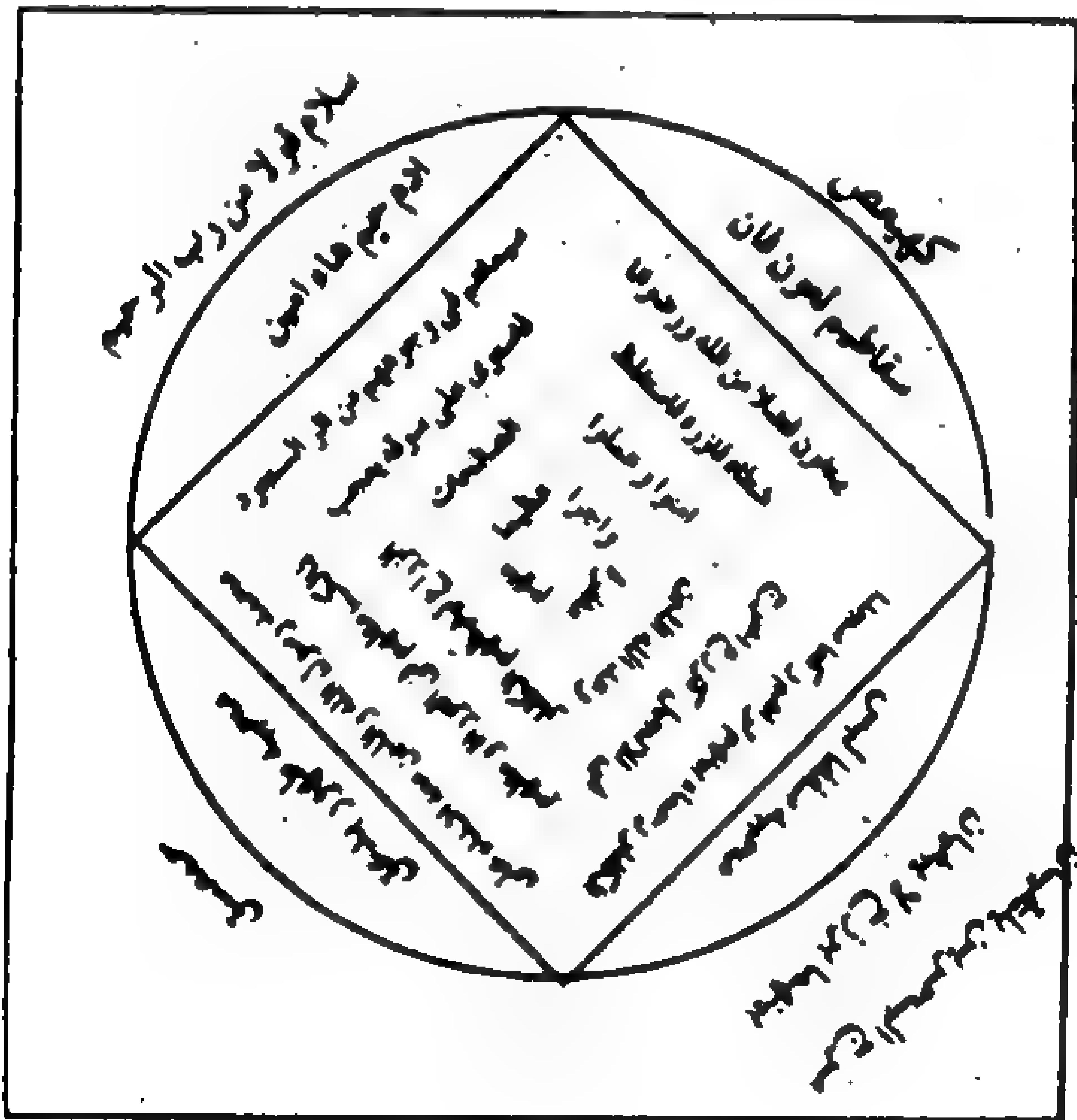
درودشریف — سوبار

ہر ختم کے بعد دعا کی جاتی ہے اور ختم خواجگان کا ثواب ہفت خواجگان نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی ارواح کو ختم مجددی کا ثواب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی روح عالیہ کو اور ختم معصومی کا ثواب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارکہ کو پہنچایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے التجا کی جاتی ہے کہ ان کے طفیل ہمارے حال پر نظر کرم فرما اور ہماری دنیا اور آخرت کی مشکلات دور فرما۔

مجربات وعملیات

ہر قسم کے تحفظ کے لیے

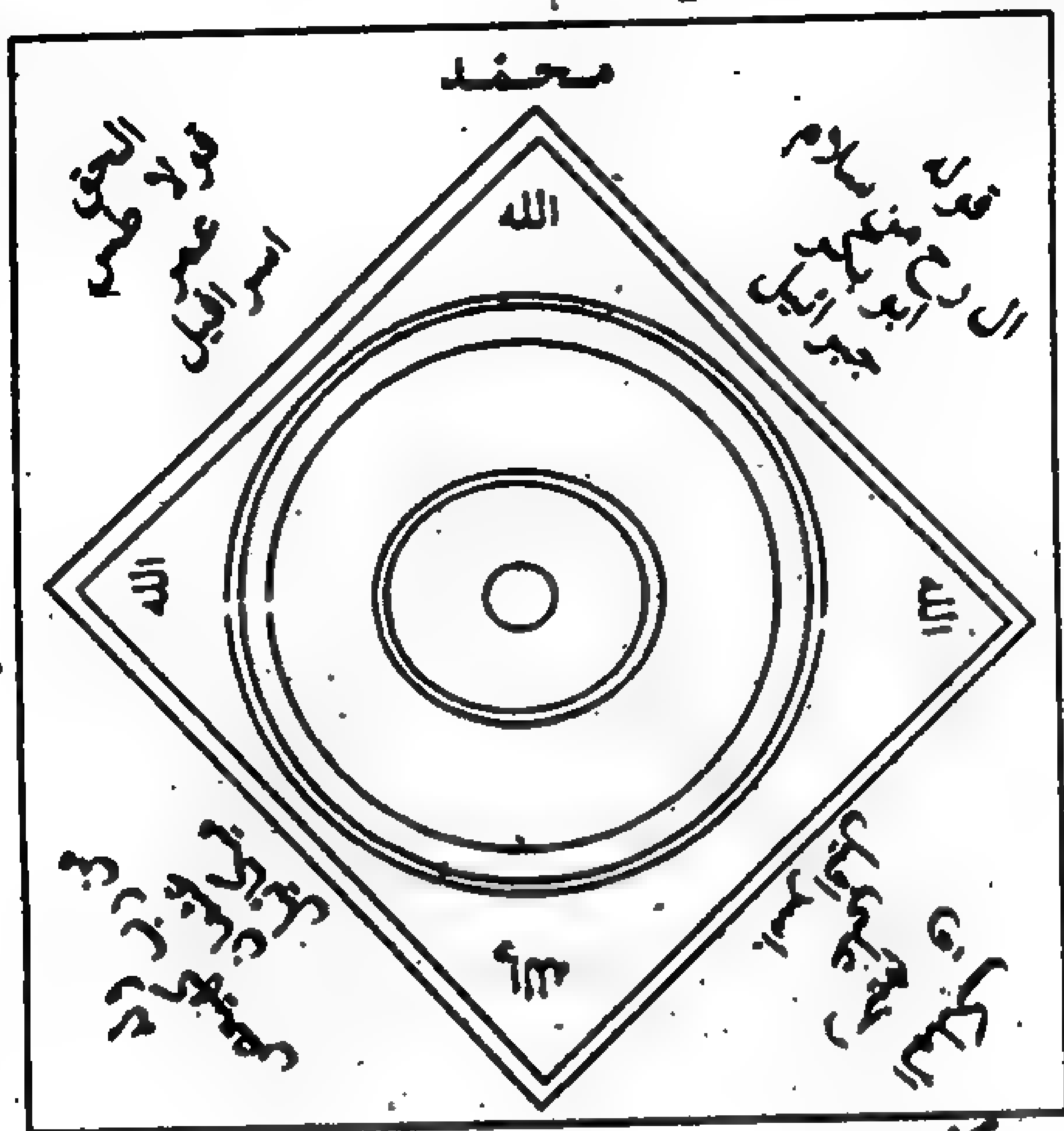
یہ تعویذ ہر قسم کے تحفظ کے لیے مفید ہے۔ یہ تعویذ اور اگلے صفحے والا دونوں تعویذ اگر یکجا ہوں تو زیادہ مفید ہیں' علیحدہ علیحدہ ہوں تو بھی۔ تعویذ بنا کر گلے میں ڈالیں یا اپنے پاس رکھیں۔



ہر ضرورت کے لیے

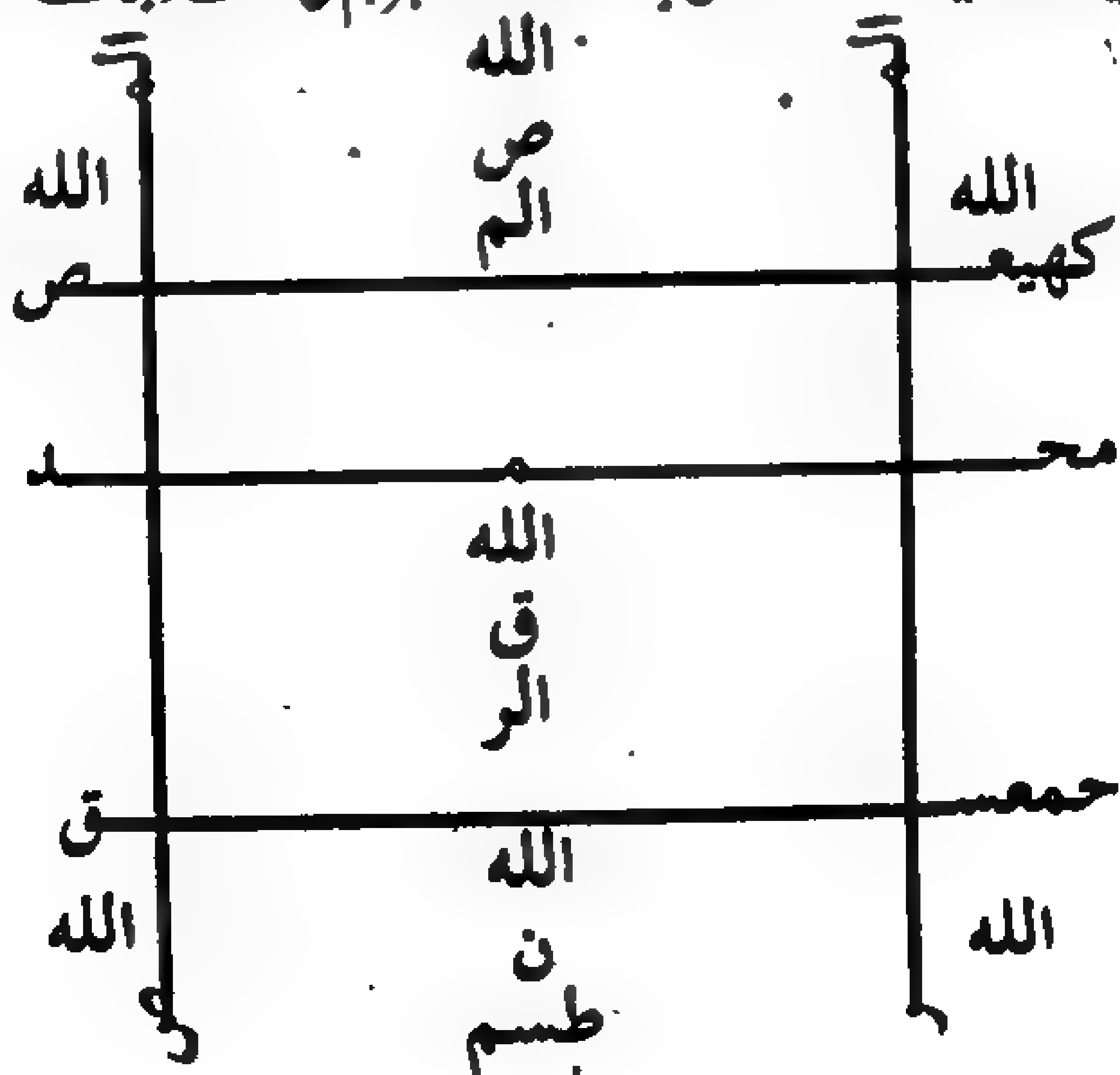
ہر قسم کی آفت' بلا' مصیبت سے محفوظ رہنے کے لیے یہ تعویذ لکھ کر گلے میں باندھیں۔ جانوروں کے گلے میں باندھیں' وہ ہر بیماری وتکلیف سے محفوظ رہیں گے' گھر

میں فریم کر کے لٹکائیں تو وہ ہر قسم کے نقصان سے محفوظ ہوں گے۔ اسی طرح دکان جائیداد وغیرہ ہر چیز کی حفاظت کے لیے یہ تعویذ ہے۔



ہر آفت سے محفوظ رہے

ذیل کا تعویذ لکھ کر گلے میں باندھے تو اللہ ہر قسم کی آفت وبلا سے محفوظ رکھے گا۔



اے اللہ! حامل ہذا کی حروف مقطعات وسید بریات کے طفیل حفاظت فرما!

بیٹا پیدا ہو

ذیل تعویذ لکھ کر جب حمل کو دو تین ماہ گزر جائیں تو عورت ناف پر باندھے' انشاء اللہ بیٹا ہوگا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعَالِمِیْنَ اِنَّا کَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ بِحَقِ کٓھٰیٰعٓصٓ وَبِحَق ۔ حٰمٓ عٓسٓقٓ اَهْیًا اَشْرَاهِیًا یَا شَیْخ عَبْدُ الْقَادِرُ شَیْئًا لِلّٰہِ یَمْلِیْخَا مُکْسَلْمِیْنَا مَشْلِمِیْنَا مَرْنُوْش وَبَرْنُوْش سَازْنُوْش مَرْطُوْنَش وَکَلْبُهُمْ قِطْمِیْر بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ ۔

اے اللہ! حامل ہذا کو نیک بخت' صالح اور لمبی عمر والا بیٹا عطا فرما رحمت للعالمین کے صدقے!

خاوند بیوی کے درمیان محبت کے لیے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وتلك حجتنا اٰتینٰها ابراهیم علی قومه نرفع درجٰت من نشاء ان ربك حكیم علیم ووهبنا له اسحٰق ویعقوب كلًا هدینا ونوحًا هدینا من قبل ومن ذریته داوٗد وسلیمان وایوب ویوسف وموسٰی وهارون وكذلك نجزی المحسنین وذكریا ویحیٰی وعیسٰی والیاس كل من الصالحین واسماعیل والیسع ویونس ولوطا وكلًا فضلنا علی العالمین ومن اٰبائهم وذریتهم واخوانهم واجتبینٰهم وهدینٰهم الی صراط مستقیم ۔ ذلك هدی الله یهدی به من یشاء من عباده ۔ كذالك یهتدی

اللّٰہ فلاں بن/فلانہ بنت الٰی فلاں بن/فلانہ بنت الٰی فلاں بن / فلانہ بنت بحرمۃ الانبیاء المذکورین وبحرمۃ النبی ﷺ۔
لکھ کر ''یھتدی اللّٰہ'' کے بعد مرد اپنا نام اور اپنی والدہ کا نام اور الٰی کے بعد بیوی کا نام اور اس کی والدہ کا نام لکھ کر گلے میں ڈالے۔ انشاء اللہ دونوں کے درمیان محبت پیدا ہوگی۔

تحفہ فضلی برائے کینسر (دعائے دم برائے کینسر)

درود شریف: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ آلَائِکَ وَنَعْمَائِکَ وَعَدَدَ جُنُوْدِکَ وَعَدَدَ کَلِمَاتِکَ وَعَدَدَ خَلْقِکَ وَعَدَدَ مَا فِیْ عِلْمِکَ صَلَاۃً دَائِمَۃً بِدَوَامِ مُلْکِکَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔(ایک بار)

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَۃِ کُلِّھَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَق ۔(گیارہ مرتبہ)

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَۃِ کُلِّھَا مِنْ غَضَبِہٖ وَعِقَابِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ ۔(گیارہ مرتبہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔(گیارہ مرتبہ)

الحمد شریف بسم اللہ سمیت آمین تک (ایک مرتبہ)

وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَّا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْم ۔(گیارہ مرتبہ)

وَعَنَتِ الْوُجُوْہُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۔(گیارہ مرتبہ)

اَمْ اَبْرَمُوْا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ۔(گیارہ مرتبہ)

سورہ قریش مکمل پارہ ۳۰ (تین مرتبہ) سورہ فلق مکمل پارہ ۳۰ (تین مرتبہ)

اِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ

بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ . وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْر . رَبِّ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِر .

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْث يَا حَيُّ حِيْنَ لَا حَيَّ فِيْ دَيْمُوْمَةِ مُلْكِهٖ وَبَقَائِهٖ يَا حَيُّ . يَا رَحِيْمَ كُلِّ صَرِيْخٍ وَّمَكْرُوْبٍ وَّغِيَاثَهٗ وَمَعَاذَهٗ يَا رَحِيْمَ . يَا مَنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْءَ عَنْهُ .

آخر میں وہی ابتداء والا درود شریف پڑھ کر مٹی کے سات ڈھیلوں پر دم کریں۔ ہر ڈھیلا پانچ وقت کینسر والی جگہ پر پھرائیں' بعد میں دوسرا' پھر تیسرا۔ اسی طرح سات دن تک۔ پھر ٹیسٹ کرائیں۔ پھر شروع کریں۔ اسی طرح لگاتار یہ عمل کرتے رہیں۔ امید ہے کہ کرم خداوندی سے شفاء ہو جائے گی۔

نکسیر کے لیے

لوطا لوطا لوطا لکھ کر ماتھے پر باندھے۔

حمل نہ گرے

لوطا لوطا لوطا

لوطا لوطا لوطا

لوطا لوطا لوطا

اس طرح تین لائنوں میں لکھ کر عورت دورانِ حمل ناف پر باندھے' انشاء اللہ وقت سے پہلے حمل نہ گرے گا۔

دعوت رحیمی

یا رحیم کل صریخ ومکروب وغیاثه ومعاذه یا رحیم .

برائے جنون' وہم' وسواس کے دارچینی پر لکھ کر کسی کورے برتن میں ڈالے اور پانی

پیتا رہے انشاء اللہ شفاء ہوگی۔

تین سو ساٹھ مرتبہ پڑھے ہر سو کے اوّل آخر درود شریف پڑھے۔ انشاء اللہ تمام ضروریات پوری ہوں گی۔

گمشدہ/ بھاگے ہوئے شخص کی واپسی کے لیے

پرانے پوست کدو پر دائرہ کھینچ کر دائرہ کے اندر **قل اندعوا من دون اللّٰہ ما لا ینفعنا ولا یضرنا ونرد علیٰ اعقابنا بعد اذ ھدانا اللّٰہ کالذی استحوتہ الشیاطین فی الارض حیران لہ اصحاب یدعونہ الی الھدئتنا قل ان ھدی اللّٰہ ھو الھدی و امرنا لنسلم لرب العالمین** (سورۃ الانعام پارہ:۷) لکھ کر دائرہ کے باہر بھاگے ہوئے شخص کا نام اور اس کی والدہ کا نام لکھ کر کسی غیر آباد جگہ میں دفن کردے انشاء اللہ چند دنوں میں بھاگا ہوا/گمشدہ شخص واپس آجائے گا۔

بسم اللہ شریف کے عمل۔

(۱) امام دیربی کا تجربہ شدہ عمل ہے کہ جو شخص بسم اللہ شریف ۶۲۵ مرتبہ لکھ کر تعویذ بنا کر گلے میں ڈالے تو اسے مکمل تحفظ نصیب ہوتا ہے کسی کی مخالفت کا اس پر کوئی اثر ہو سکتا اور نہ کوئی کر سکتا ہے۔

(۲) بسم اللہ شریف کے چلہ کے سلسلہ میں بعض بزرگوں نے بتایا ہے کہ ۱۲۰۰۰ مرتبہ اس طرح پڑھے کہ ہر ۱۰۰۰ دفعہ مکمل کرنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھے اور کم از کم پچیس بار درود شریف اور پھر اپنی عزت و تسخیر کے لیے دعا کرے۔ اسی طرح ۱۲۰۰۰ دفعہ مکمل کر کے اپنے لیے تسخیر خلق مانگے تو تسخیر ہوگی۔ چلہ کے بعد روزانہ ۱۲۱ مرتبہ پڑھنے کا معمول بنائے۔

(۳) بسم اللہ شریف کو ۲۱ مرتبہ لکھ کر کسی مرگی کے مریض کے گلے میں ڈالا جائے تو اسے آرام آجاتا ہے۔

(۴) جس کی اولاد زندہ نہ ہوتی ہو تو ۱۶ مرتبہ لکھ کر بچے کے گلے میں ڈالے تو وہ زندہ رہتا ہے اللہ کے حکم سے۔

(۵) کسی بھی قسم کے جسمانی درود پر تین دل مسلسل ۱۰۰ دفعہ بسم اللہ شریف پڑھ کر دم کرنے سے آرام آ جاتا ہے۔

(٦) رات کو ۲۱ مرتبہ پڑھنے سے انسان ہر پریشانی' دکھ درد' چوری' اچانک موت وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے۔

دعوت سورۃ الواقعہ

جو شخص چاہے کہ اس سورت کا عامل بنے تو چاہیے کہ جمعرات کے دن سے اس سورت کو شروع کرے اور ہر روز پڑھے۔ پڑھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ' ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد دس مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھے' پھر سلام کے بعد دس مرتبہ درود شریف پڑھے' پھر یہ دعا پڑھے: اللّٰھم انی اتوسل الیك باستنزال الرزق بأمر آة كتابك المجيد واخترت لذالك سورة الواقعه اللّٰھم عصمتی برحمتك فی تلاوة القرآن واشرح صدری ویسرلی امری وافض حاجتی واكفف مهمی وزيده لسانی وجمل وجهی برحمتك يا ارحم الراحمين۔ پڑھتے وقت بہتر ہے کہ اعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم اللّٰھم صل علىٰ محمد وعلىٰ آل محمد وبارك وسلم وعلىٰ جميع الانبياء والمرسلين بسم الله الرحمٰن الرحيم ۔ آٹھ مرتبہ پڑھ کر شروع کرے۔

جب ليس لوقعتها كاذبة تک پہنچے تو اللّٰھم عافنی من كل بلاء الدنيا والعذاب الاخرة آٹھ مرتبہ پڑھے۔ جب اولئك المقربون تک پہنچے تو کہے اللّٰھم اجعلنا منهم ۔ پھر سورت آگے پڑھنا شروع کرے۔ جب بما كانوا يعملون تک پہنچے تو آٹھ مرتبہ کہے: اللّٰھم الرزقنا بفضل العظيم و لطفك الجسيم' پھر وہی درود شریف پڑھے۔ جب و لا كريم تک پہنچے تو اتے آٹھ بار

پڑھے اور پھراس کے بعد یہ دعا پڑھے: اللّٰھم اجرنا من النار سالمین ۔ جب فسبح باسم ربك العظیم تک پہنچے تو اسے آٹھ بار کہے پھر یہ دعا پڑھے: سبحان القادر الظاھر القوی القیوم بلامعین ۔ اور درود شریف پڑھے۔ جب سورت پوری پڑھ لے تو پھر یہ دعا پڑھے: اللّٰھم افتح لنا ابواب وسبب لنا الاسباب ویسر علینا الحساب الصعاب واحینا مع العافیة یا وھاب یا رزاق یا فتاح یا معین یا راحم المساکین ان کان ما لی فی السماء فانزله وان کان فی الارض فاخرجه وان کان بعیدًا فقربه وان کان قلیلًا فکثره وان کان کثیرًا فحلله وان کان حلالًا فاوسله الینا وابرك علینا انك علی کل شیء قدیر وبالاجابة جدیر ولا حول ولا قوة الا باللّٰه العلیّ العظیم وصلی اللّٰه علی خیر خلقه محمد وآله واصحابه اجمعین ۔

اگر اس طرح روزانہ عمل کیا تو نعمتوں اور رزق کے اسباب کھل جائیں گے۔

اسرارِ حروفِ مفردہ

اسرار حروف مفردہ میں گزشتہ اولیاء اللہ میں سے بہت کم ایسے افراد تھے جنہیں قدرت نے آگاہ کیا ہو۔ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ، ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ، امام بونی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اور شاہ ولی اللہ نے اسرار حروف سے آگاہی کا دعویٰ کیا ہے۔ ہمارے خاندان میں حروف مفردہ کو بعض دفعہ بعض ضروریات میں استعمال کیا جاتا تھا، اس لیے ابتداء یہاں سے ہی کی جاتی ہے۔

الف

کسی ریشمی کپڑے پر ایک ہزار مرتبہ لکھ کر کسی بھی کند ذہن کے گلے میں تعویذ بنا کر لٹکایا جائے، جو اس کے سینہ پر ہمیشہ لٹکا رہے تو اس کی قوتِ حافظہ تیز ہو جائے گی۔

ف	ل	ا
ل	ا	ف
ا	ف	ل

اگر جس عورت کا بچہ پیدا ہوتا ہو اس تعویذ کو دیکھے تو ولادت آسان ہو جاتی ہے۔ اگر اسی تعویذ کو جن والے کے ماتھے پر رکھے تو فی الفور آرام آجائے۔

اس شکل میں تعویذ بنا کر اگر بازو پر باندھے تو جنات وغیرہ کے اثر سے محفوظ رہتا ہے۔

ب

ب	ب	ب
ب	ب	ب

ب کو ہر اسم الٰہی کے ساتھ جس کی ابتداء میں "ب" آتی ہو لکھے تو خشکی سے پیدا شدہ جملہ امراض کے لیے مفید ہے۔ جو شخص بصورتِ تعویذ بنا کر رکھے فسادِ خون کے جملہ امراض سے محفوظ رہے گا۔ اسی طرح شہوتِ نفس سے مجبور انسان اپنی پیٹھ پر یہ تعویذ باندھے تو اس کی شہوت ختم ہو جائے گی۔ کسی پتھر پر لکھ کر اگر نئے مکان کی بنیادوں میں وہ پتھر رکھ دیا جائے تو اس مکان میں چور کبھی داخل نہیں ہو سکے گا۔

کسی دینی یا دنیوی غرض کے لیے "ب" کو سولہ مرتبہ بسم اللہ شریف انیس مرتبہ لکھ کر اس کے بعد یہ آیت بدیع السمٰوٰت والارض واذا قضٰی امرًا فانما یقول لہٗ کن فیکون لکھ کر تعویذ بنائے تو انشاء اللہ پوری ہوگی۔

ت

"ت" چار عدد ٹھیکریوں پر لکھ کر اپنے کاشت شدہ مربعہ زمین میں چار اطراف میں رکھے تو کھیتی کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ اسی طرح غلہ کے ڈھیر میں رکھے تو وہ بھی محفوظ رہے گا۔

ث

"ث" تین دفعہ چاندی کے برتن پر لکھے اور ہر ایک کے ساتھ ۴۰۰ کا عدد بھی لکھیں

اور کسی زہر خوردہ یا زہردار جانور کے کاٹے کو دھو کر پلائیں۔ فی الفور شفاء ہوگی۔

ث۴۰۰ ث۴۰۰ ث۴۰۰ ث۴۰۰

چاندی کے ٹکڑے پر تعویذ بنا کر کسی چھوٹے بچے کے گلے میں ڈالے تو چیچک سے محفوظ ہونے کے علاوہ موذی چیزوں کے ضرر اور زیادہ رونے سے محفوظ رہے گا۔

ج

تین دفعہ مع عدد ۳ لکھ کر روٹی کے ٹکڑے پر ساتھ ہی یہ آیت **واذا قتلتم نفسًا فادراء تم فیھا واللّٰہ مخرج ما کنتم تکتمون**۔ جس پر چوری کا شک ہو کھلائے اگر کھاتے ہوئے اسے مشکل پیش آئے تو وہی چور ہوگا۔

دائیں ہاتھ کی درمیانی تینا نگلیوں پر "ج" کا عدد ۳ لکھ کر کسی بھی متکبر اور ظالم کے سامنے جائے اس سے کچھ ضرر نہ ہوگا اور وہ ذلیل ہو کر اس کی حاجت براری کرے گا۔

اگر یہ تعویذ **سنریھم ایاتنا ج ی م فی الافاق ج ی م و فی انفسھم ج ی م** کسی تختی پر لکھ کر اس میوہ دار درخت پر لٹکائے جس نے پھل دینا چھوڑ دیا ہو تو انشاء اللہ بار آور ہوگا۔

ح

ح ح ح ح
ح ح ح ح

آٹھ دفعہ لکھ کر خواہ اپنی ہتھیلی ہو یا کسی صاف برتن میں پانی سے محو کر کے پیئے تو پیاس بجھ جائے گی۔ گرمی سے پیدا شدہ امراض سے شفا ملے گی۔ تین دن مسلسل عمل رہے۔

اگر کسی کو چیتے کا چمڑا میسر ہو تو اس پر یہ تعویذ لکھ کر جلائے اور سرمہ بنا کر آنکھوں میں لگائے تو وہ روحانی مخلوق کو دیکھ سکے گا۔

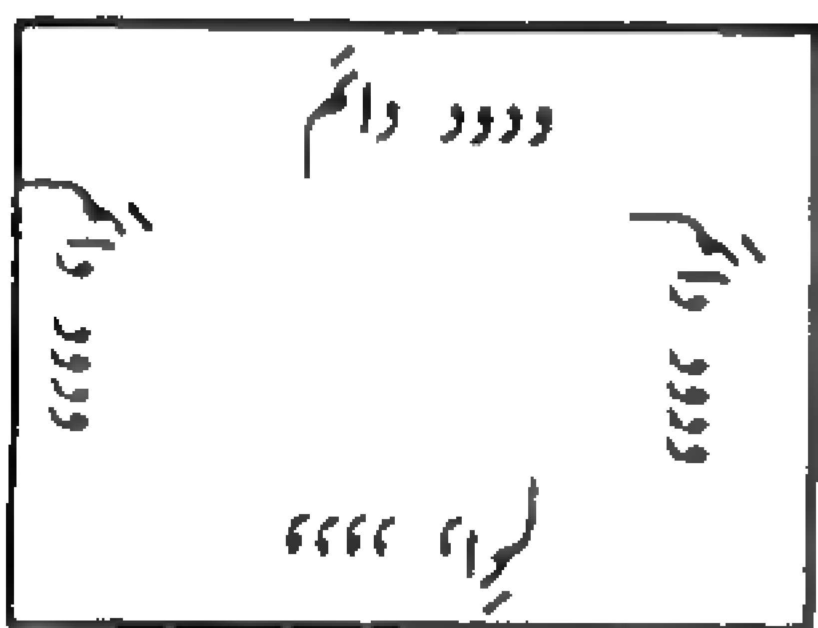
خ

اگر یہ تعویذ | خ | کسی بزدل کے گلے میں باندھا جائے یا چھوٹے بچے کے

گلے میں باندھا جائے تو ڈر ختم ہو جائے اور بچہ رونا چھوڑ دے۔

اگر کوئی دشمن والا آدمی اپنی انگلیوں پر "خ" لکھ کر دشمن کا نام لے کر کہے خف خف۔ ڈرو ڈرو۔ اور ساتھ ساتھ یہ اشارات بھی پڑھے: اجب بحق عو طیال عیوط عیوط عیوط۔ ال ال ال ال او کش خجح خجح جعیح جعیح یاہ یحوہ الوحا العجل الساعۃ اور انگلیاں کھول دے۔

د



اس کا عدد ۴ ستائیس دفعہ جلی ہوئی جگہ پر لکھے تو سوزش ختم ہو جائے گی اور چھالے نہ پڑیں گے۔ اگر "د" کو ہر اس نام الٰہی کے ساتھ لکھے جس میں دال آتی ہو، مثلاً دائم، ودود اور مربع شکل میں لکھ کر اپنے پاس رکھے تو لوگوں کی نظروں میں محبوب ہو۔

ذ

سات دفعہ کسی نئے چینی کے برتن میں لکھ کر شہد کے ساتھ مٹا کر نہار منہ پینے سے بلغم کی کمی ہوتی ہے اور صاحب دمہ کے لیے مفید ہے۔ یہ عمل سات دن متواتر کرے۔

ر

اگر کسی پتھر پر لکھ کر پانی کے کھالہ میں رکھے جس سے زمین کو پانی لگتا ہو تو فصل عمدہ اور پھل اچھا ہو گا۔

ر ر ر ر
ر ر ر ر

ز

کسی چاندی کے ٹکڑا پر لکھ کر دودھ یا گھی میں ڈال دے تو اس میں برکت ہو گی۔

س

اس تعویذ کو بنا کر اگر بچہ جننے والی عورت دیکھے تو ولادت آسان ہو۔

کسی بھی زہردار موذی کے کاٹے کو تو دفعہ ''س'' لکھ کر سلام قولاً من رب رحیم ۔ بھی ساتھ لکھے اور پانی میں حل کر کے پلائے تو شفاء ہوگی۔

ن	پ	س	ال
ال	ن	پ	س
س	ال	ن	پ
پ	س	ال	ن

اگر شیشہ جس میں چہرہ دیکھتے ہیں پر ''س'' کا تعویذ لکھ صاحبِ لقوہ اس میں دیکھے تو انشاءاللہ شفاء ہوگی۔

س	س	س	س
س	س	س	س
س	س	س	س
س	س	س	س

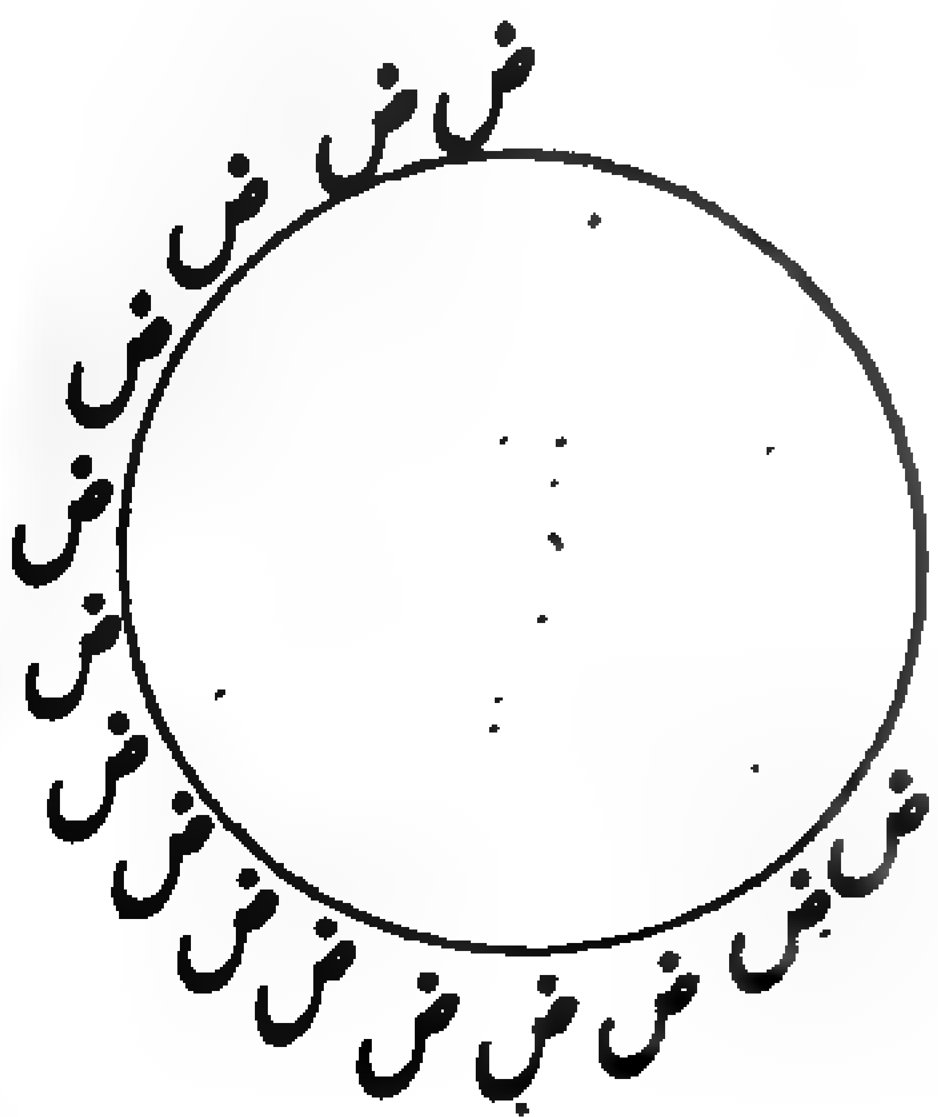
ش

نا قابل بیان ہے۔ نجوم سے متعلق استعمال ہے۔

ص

ساٹھ (۶۰) یا نوے (۹۰) ''ص'' لکھ کر اس کے ساتھ سورۃ حشر کی آخری آیات لوانزلنا لکھ کر تعویذ بنا کر درد سر شدید کا مریض سر پر باندھے تو شفاء ہوگی۔

ض



اس کا استعمال دشمن کے لیے ہوتا ہے اس لیے نا قابل بیان ہے۔ البتہ کسی بھاگے ہوئے شخص کے لیے پندرہ مرتبہ سرخ سیاہی سے شیشہ کے برتن میں ''ض'' کو دائرہ کی شکل میں لکھ کر درمیان میں بھاگے ہوئے شخص کا نام لکھ کر اس برتن کو الٹا رکھ دے۔

انشاءاللہ جلد واپس آجائے گا۔

ط

اگر طا کے حرف کو سردرد کے مریض کے لیے یوں لکھ کر باندھے تو آرام آجاتا ہے۔ باقی طا کا استعمال دشمن کے لیے اور کنوؤں کے خشک کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس لیے محل اظہار نہیں۔

ظ

اگر پیتل کی تختی پر یہ تعویذ لکھ کر کسی برتن میں رکھ کر تازہ پانی گرایا جائے اور وہ پانی زہریلے جانور کے کاٹے کو کھلائے تو فی الفور شفاء ہوگی۔

ظ	ظ	ظ	ظ	ظ	ظ	ظ	ظ
ظ	ظ	ظ	ظ	ظ	ظ	ظ	ظ
ظ	ظ	ظ	ظ	ظ	ظ	ظ	ظ

ع

بدھ کی پہلی ساعت کو کسی کاغذ کا پردہ لے کر اس پر اٹھارہ مرتبہ لکھ کر اس کے اردگرد وہ اسماء جن کے اوّل میں عین آتا ہے۔ العزیز' العلام' العلی' العظیم' العفو' العدل۔ لکھ کر دن میں چار مرتبہ کاغذ کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ اس شخص کو علوم و معارف کی محبت عطاء فرماتا ہے اور اس کی زبان سے علوم کا اظہار ہوگا۔

غ

جو شخص چاندی کی انگوٹھی پر سوموار کے دن جب کہ چاند کی زیادتی والے دنوں یعنی چاند کی پندرھویں سے قبل غ ی ن لکھے تو مخلوقات میں عزت ہو۔ اسی طرح اس کا عدد لکھ کر اس کے ساتھ وہ اسماء الہیہ جن کی ابتداء میں ''غ'' آتا ہو مثلاً غنی بھی لکھے اور اس تعویذ کو ٹوپی کے اندر سلائے جو اس کے سر سے چھوتا رہے تو اسے عزت حاصل ہو۔

ف

دشمن کے لیے استعمال کیا جاتا ہے‘اس لیے نا قابل بیان ہے۔

ق

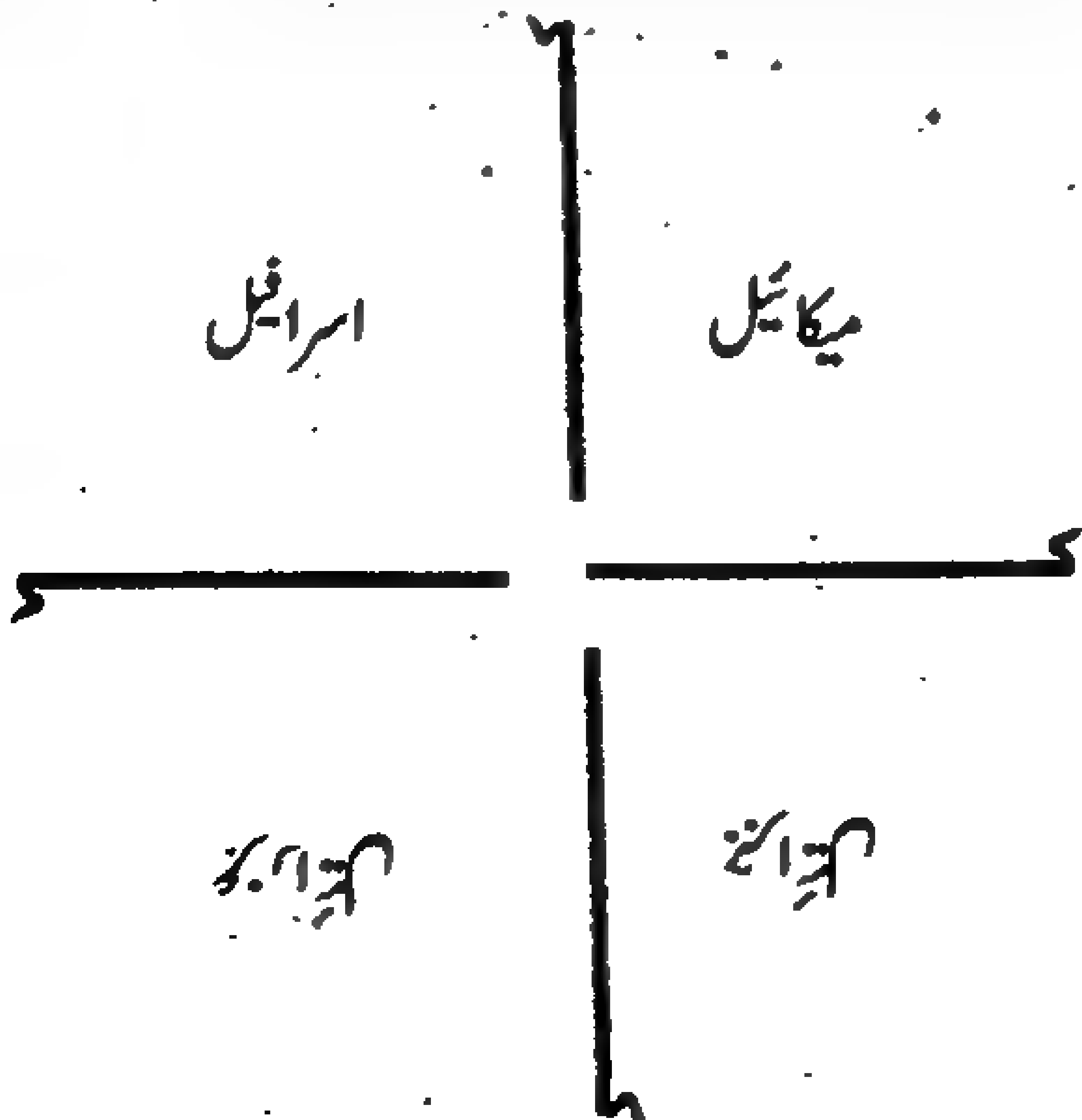
اکیس (۲۱) مرتبہ لوہے کی تختی پر لکھ کر اپنے بازو سے باندھے تو قوت حاصل ہو۔ اسی طرح چلہ کش آدمی نصف دائرہ کی شکل میں ق لکھ کر درمیان بیٹھے تو جنوں کے تصرف سے محفوظ ہو گا۔ اسی طرح آسمان سے بادل ہٹانے کے لیے سو (۱۰۰) دفعہ ''ق'' کسی کاغذ پر لکھ کر ہوا میں باندھے‘ آسمان صاف ہو جائے گا۔

تنگ دست آدمی چاندی کی تختی پر سو (۱۰۰) دفعہ ''ق'' لکھ کر یہ آیت **قل اللّٰھم ملك الملك**.........**حساب**۔ تک لکھ کر اپنے پاس رکھے تو جلد مالدار ہو جائے۔

عدد ''ق'' کے مطابق ''ق'' لکھ کر سر میں باندھنے سے نزلہ کے مریض کو آرام آ جائے گا۔

ک

کسی برتن میں چار مرتبہ لکھ کر وہ برتن تلی پر رکھیں تو تلی غائب ہو جائے گی۔ تعویذ یوں ہے:



ل

اس کے عددِ ابجدی کے مطابق لکھ کر جملہ امراض وعوارض میں پلانے سے آرام آتا ہے۔

ن

چالیس مرتبہ لکھ کر سورۃ فتح کی آخری آیات محمد رسول اللہ سے آخر تک لکھ کر تعویذ بنائے تو باعزت ہو۔ اسی طرح اسے لکھ کر چالیس اسمائے الٰہیہ جن کے اول میں ''م'' آتا ہو لکھ کر تعویذ بنائے تو معزز ہو۔

چلہ کش اگر اپنے چلہ کی کوٹھڑی کی سامنے والی دیوار پر موٹے حروف سے ''م'' لکھے اور ہر روز چالیس مرتبہ اس کی طرف نظر جمائے تو صفائی باطن حاصل ہو۔ نظر جماتے وقت اللّٰھم ملك الملك والی آیت بھی ساتھ ساتھ پڑھتا رہے۔

ن

جن آئے ہوئے شخص کی پیشانی پر ''ن'' لکھ دے تو جن چھوڑ کر چلا جائے گا۔

اسی طرح اگر ''ن'' لکھ کر ساتھ وہ اسماء الٰہیہ جن کے اول میں نون آتا ہے لکھ کر تعویذ بنائے تو کبھی تنگ دستی نہ آئے۔

اقطارِ حروف

ان کو کہا جاتا ہے جو سیدھے اور اُلٹے دونوں طریقوں سے پڑھے جائیں۔ قرآن کریم میں دو جگہ حروف ہجاء کا ایسا استعمال ہوا ہے وراك فکبر کل فی فلك ... یہ سیدھے اُلٹے دونوں طرح سے ایک ہی بنتے ہیں۔ اسی طرح میم ن ... واؤ ... بھی ہیں۔ ان کو حروفِ مقطعہ میں لکھے اور اسی طرح ورد بنائے تو صاحب اسرار ہو۔

هاء

پچیس مرتبہ لکھ کر ساتھ...... اسم الٰہی جی...... لکھ کر تعویذ بنائے تو کند ذہن صاحب فہم ہو جاتا ہے۔ سورۃ حشر کی آخری آیات...... هو اللّٰه الذی...... الخ۔ آخر تک کے ساتھ اسے لکھے تو جو شخص رات ڈرتا ہو اسے تعویذ بنا کر پاس رکھے تو اس کا ڈر دور ہو جائے گا۔

کوئی بھی کاریگر کسی نئی ایجاد کے لیے سوچتا ہو تو وہ اگر کسی عمدہ کاغذ پر اکہتر مرتبہ لکھ کر تعویذ بنائے تو اللہ تعالیٰ اسے اس ایجاد کے لیے ہدایت دے گا۔ هو اللّٰه هادی کا ورد بھی اچھا ہے۔

واوٗ

اگر سو مرتبہ کسی کاغذ پر لکھ کر ساتھ ہی دعوت بھی لکھے، جو یہ ہے: اجب یا مهر قیائیل بحق یاه یاه یموه یموه به به مقیع هلهلف هلهف اجب وتوکل .... یہاں اپنی ضرورت لکھے بارك اللّٰه فیك تو نافرمان، شرابی، زانی اپنے بُرے فعل سے باز آ جائے۔

اسی طرح کسی کدال پر سو مرتبہ لکھ کر کنواں کھودے تو جلد پانی نکل آئے گا اور میٹھا اور بابرکت ہو گا۔

حروف

حروف کی بحث میں ایک اور عمدہ بحث قارئین کی ضیافت کے لیے تحریر کی جاتی ہے۔

بعض اسرارِ حروف کے واقف علماء نے حروف کی مختلف ترکیبوں کو بعض مفادات میں استعمال کیا ہے، جو ہمارا خاندانی معمول ہے۔

حروف مواثیات

یہ اٹھارہ ہیں۔ب ت ث ج ح خ د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ع غ۔ان حروف کے اس عورت کے دودھ سے جس نے پہلی مرتبہ ہی لڑکا جنا ہو‘ سے لکھ کر تعویذ بنائے اور ٹوپی میں رکھے تو معزز ہو۔

گیارہ دوسرے حروف

اب ت ث ط ۃ ف ک ل لا ی۔ یہ حروف جسم میں جس حصے میں کوئی مرض ہو تو اس حصہ کے نام کے ساتھ ان کو اسی طرح ملائیں کہ اس حصہ کے نام سے پہلا حروف لے کر ان حروف سے ملاتے جائیں‘ پھر ان کو مرکب کر کے تعویذ بنا کر اس حصے پر لٹکائیں۔انشاءاللہ شفاء ہوگی۔مثلاً آنکھ کو عربی میں (عین) کہتے ہیں۔اس کا پہلا حرف ’’ع‘‘ ہے۔اس کو ان حروف میں یوں ملایا جائے۔اع‘ بع‘ تع‘ ثع‘ طع‘ ظع‘ فع‘ کع‘ لع‘ لاع‘ یع۔یہ جب مرکب کیے جائیں گے تو اعبع‘ تعثع‘ طعظع‘ فعکع‘ لعلاعیع ہوگا۔یہ تعویذ اب آنکھ کی بیماریوں میں استعمال کریں۔

خوف کے لیے چودہ حروف

دل ذل ص د ض د ف ك ل م و ہ۔ان کا تعویذ مرکب کر کے یوں بنائیں۔ دل ذل صد ضد فکلموہ۔ہر ڈرنے والے کے لیے تعویذ بنا کر دیں تو اس کا ڈر زائل ہو جائے گا۔

چودہ حروف صامتہ

ا ح د ر س ص ط ع ك ل م و ہ۔ان کے مرکب کرنے سے چار اسم بنتے ہیں۔احد‘ رسص‘ طعکل‘ موھلا۔کسی بھی چاند کی انتیسویں تاریخ کو لکھ کر سیسہ تانبہ کی انگوٹھی کے نگینہ کے نیچے رکھ کر پہنیں۔ہر بدخواہ کی زبان بندی ہوگی۔

حروف خواتیم

ا د ذ ر ز و لا۔ اگر ان کو لکھ کر غلہ میں یا کپڑوں میں رکھیں تو کوئی نقصان نہ ہوگا۔

حروف نورانی

قرآن کریم کی چار سورتوں کی ابتداء میں حروف نورانی ہیں۔ کھیعص، طس، ق، الرحمٰن۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے متعلق مشہور ہے کہ آپ مال ومتاع کی حفاظت کے لیے یہ تعویذ لکھ دیا کرتے تھے۔ اسی طرح دریائی یا ہوائی سفر میں یہ حروف پڑھے تو پڑھنے والے محفوظ رہتا ہے۔

بعض علماء حروف نے ایک مشق کا لکھا ہے کہ جو شخص حروف نورانیہ والے اسماء الٰہیہ کو اسم ذات (اللہ) کے ساتھ ورد رکھے تو گویا اسے اسمِ اعظم حاصل ہو گیا۔ وہ اسماء الٰہیہ یہ ہیں:

هو الله الرحمٰن الرحيم الملك المالك السلام العلى الحليم الكريم المحسن الحكيم المنعم المانع السميع البصير القائم القاهر الحى المحي المح المهيمن القهار ۔

طوالت کے خوف سے حروف کا بیان ختم کیا جاتا ہے۔

ذہنی پریشانی کی صورتوں میں

حضرت معظم رحمۃ اللہ علیہ تنگ دست اصحاب کو مندرجہ ذیل دعا بتایا کرتے تھے۔ شجاع چغتائی صاحب، جناب مفتی عبدالغنی صاحب کے برادر نسبتی کے لڑکے تھے۔ حالات کی ناسازگاری کا شکار ہوئے تو حضرت نے ان کو مندرجہ ذیل دعا بتائی۔ بحمداللہ! وہ آج کل امریکہ میں ہیں اور عمدہ کاروبار سے متعلق ہیں۔ ہر نماز کے بعد آیت قل اللّٰهم ملك الملك تا حساب پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے: بسم الله الرحمٰن الرحيم يا رحمن الدنيا والاخرة ورحيهما تعطى منها من تشآء وتمنع منها من

تشاء وصل علیٰ محمد و آلہٖ اقض عن دینی۔

سورۃ قارعہ کو بطور تعویذ لکھ کر پاس رکھے اور ہر نماز کے بعد ایک دفعہ پڑھا کرے۔

ستر بار سورۃ قریش پڑھ کر دعا کرے تو بھی مشکل حل ہوگی۔

قضائے حاجت

ہر نماز کے بعد سجدہ میں یا ذا الجلال والاکرام اکیس دفعہ پڑھے۔ انشاءاللہ ہر قسم کی مشکل دور ہوگی۔

بدچلن اور نافرمان اولاد

اس کے لیے صبح کی نماز کے بعد یا تواب تین سو ساٹھ مرتبہ پڑھا کرے۔ انشاء اللہ ہدایت پائے گا۔

ہر حاجت و ہر مرض کے لیے

مندرجہ ذیل نقش کو پانچ کاغذ پر ورقوں پر کسی نماز کے بعد لکھے۔ ایک تعویذ اپنے پاس رکھے، دوسرا پانی میں ڈالے، تیسرا جلا دے، چوتھا زمین میں دفن کر دے، پانچواں کسی درخت پر باندھے۔ ہر صبح کی نماز کے بعد کم از کم سات دنوں تک سورۃ کافرون دس مرتبہ پڑھ کر سجدہ میں یا ذا الجلال والاکرام اکیس مرتبہ پڑھا کرے۔ نقش یہ ہے:

ا ا ا ا ا ا ا ب ب ب ر ر ر س ش ع ع ع ع ل ل م م م

م ن ن ن و و ہ ہ ی ی ی ی گت کدقت ۔

خاوند اور بیوی کے خوشگوار تعلقات

سورۃ انعام رکوع نمبر ۱۰ کی یہ آیت وتلک حجتنا اتینھا ابراھیم تا من یشآء من عبادہ لکھ کر آخر میں یہ لکھے: کذلک یھتدی اللہ فلان بن فلانۃ الی محبۃ فلان بن فلانۃ بحرمۃ الانبیآء المذکورین وبحرمۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ کوئی ایک فرد اپنے پاس رکھے، مقصود حاصل ہوگا۔

سورۃ یٰسین کی آیات قال من یحیی العظام تاتوقدون سات عدد نمک کے ٹکڑوں پر پڑھے۔ ہر ٹکڑے پر ایک دفعہ اور ساتھ فلاں بن/بنت فلانۃ علی حب فلاں بن/ بنت فلانۃ بھی کہے۔ پھر ان ٹکڑوں کو آگ میں ڈال دے۔ چند بار ایسا کرنے سے باہمی محبت ہو جائے گی۔

یا ودود کسی کھانے کی چیز پر ایک ہزار مرتبہ پڑھ کر دم کر کے دونوں کھائیں تو محبت ہو گی۔

الفت زوجین کے لیے یہ چار تعویذ بھی مجرب ہیں:

٧٨٦
ح و ا د
ا د و ح
د ا ح و
و ح د ا

٧٨٦
الله نور السموٰت والارض
السموٰت والارض نور الله
والارض نور الله السموٰت
نور الله السموٰت والارض

٧٨٦
و ه ا ب
ب ا ه و
ه و ب ا
ا ب و ه

٧٨٦
ب ا س ط
ط س ا ب
س ط ب ا
ا ب ط س

شادی کی طلب

ایسا شخص جس کو شادی کی طلب ہو مندرجہ ذیل تعویذ لکھ کر گلے میں ڈالے:

ربنا هب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرة اعین واجعلنا للمتقین

امــامًــا ۔ اولـئك يـجزون الغرفة بما صبروا ويلقون فيها تحية
وسلاما خالدين فيها حسنت مستقرًا ومقاما ولا تمدن عينيك
الٰى ما متعنا به ازواجا منهم زهرة الحيوة الدنيا لنفتنهم فيه
ورزق ربك خير وابقى ۔ وامر اهلك بالصلوٰة واصطبر عليها
لا نسئلك رزقا نحن نرزقك العاقبة للتقوٰى ۔

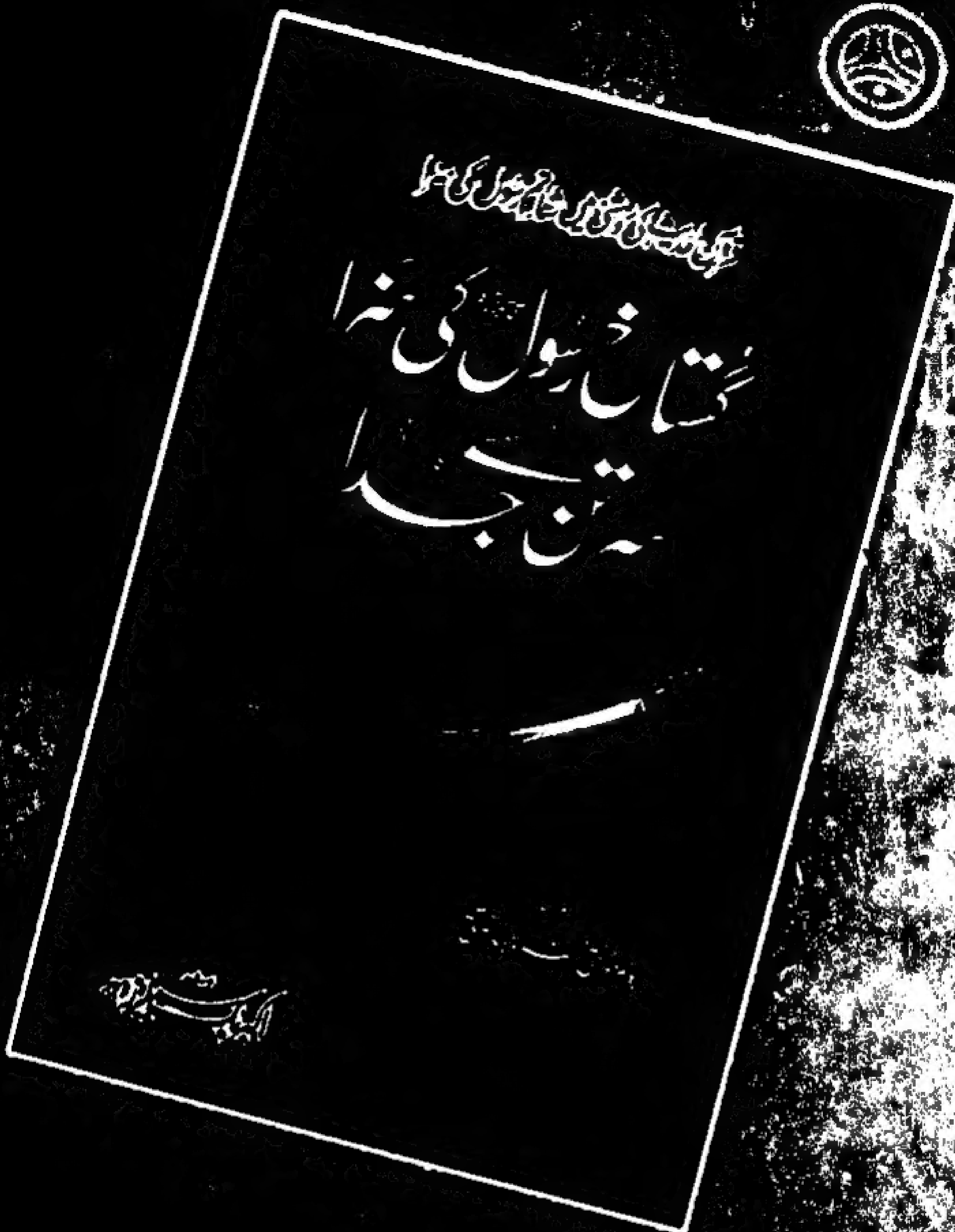
اور رات کو سوتے وقت ربنا هب لنا سے حسنت مستقرًا تک مندرجہ بالا میں سے اکیس مرتبہ پڑھے اور دعا مانگے۔

الولد شخص اگر یہی عمل کرے تو مجرب ہے' خدا اولاد دے گا۔ انشاء اللہ!

سورۃ احزاب' والدہ یا والد لکھ کر ایک ڈبیہ میں بند کریں اور مکان میں بحفاظت رکھیں اور سورۃ مذکورہ کو ہر روز پڑھ کر دعا مانگے تو لڑکیوں کے لیے حسبِ مراد خاوند مل جائیں گے۔

سورۃ طٰہٰ لکھ کر اس کو پانی میں حل کر کے لڑکی یا لڑکا غسل کرے۔ دو تین دفعہ عمل کرنے سے مراد پوری ہوگی۔

سورۃ کوثر سات مرتبہ لکھ کر اس کو پانی میں حل کر کے غسل سے بھی مراد پوری ہوگی اور شادی جلد ہو جائے گی۔



ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سینٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور Ph: 042 - 37352022